مِن دُونِ اللہ کون ہیں؟

حضرت مولانا علامہ محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ رضویہ ۰ گلبرگ اے ۰ فیصل آباد

تعلیم الاسلام
خطبات ربانی
ستر ہزار فرشتے
مکتبہ نوریہ رضویہ ○ گلبرگ اے ○ فیصل آباد

حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی مد ظلہ العالی

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

فون : ٦٢٦٠٣٦

نام کتاب	---------	من دون اللہ کون ہیں؟
مصنف	---------	حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہٗ
تعداد صفحات	---------	۱۸۴
کمپوزنگ	---------	words maker Lhr.
تزئین واہتمام	---------	سید حمایت رسول قادری
تعداد	---------	۱۱۰۰
ناشر	---------	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
مطبع	---------	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	---------	66 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

فہرست مضامین

	عنوان	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اسس قواعد الدین و رصص عقائد المؤمنین وارسل رسلا مبشرین و منذرین وخصص من بینھم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ السادۃ النجبا واصحابہ نجوم الھدیٰ

امابعد! اللہ تعالیٰ نے کائنات ہست و بود میں انسانیت کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جو تبلیغ و اشاعت دین کے سلسلہ میں مساعی جمیلہ فرماتے رہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ سلسلہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہو گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث اپنی اُمت کے علماء کو بنا کر ارشاد فرمایا:

العلماء من ورثۃ الانبیآء (یعنی میری اُمت کے علماء انبیاء کے وارث ہوں گے)

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے علماء حق ہر دور میں اپنی قربانیاں دے کر اس مقدس فریضہ کی آبیاری کرتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند کفر و جہالت کا مرکز تھا۔ اس ظلمت کدے میں اسلام کی شمع فروزاں کر کے لوگوں کو کفر و جہالت سے نکالنے میں علماء کرام کا بہت اہم کردار ہے جن میں حضور داتا علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر صوفیاء و علماء کرام نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے مگر بدقسمتی سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل ازیں علماء سوء نے مسلمانوں کو گروہ بندی میں تقسیم کر دیا۔ اور مسلمانوں پر بتوں کے

بارے میں نازل ہونے والی آیات چسپاں کر کے شرک و بدعت کے فتوے جاری کر دیئے۔ اِن علماءِ سو کا مقابلہ کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور ان کے ہم عصر اور ان کے شاگردوں نے مسلمانوں کا ایمان بچانے میں فقید المثال کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو صحیح راستے کی رہنمائی کی۔ یہ علماء حق ہر دور میں حق کی صدا بلند کرتے رہے۔ اِن فقید المثال سالاروں کے گروہ میں حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی ہیں جو بیک وقت کئی خوبیوں کے حامل ہیں۔ حق گو، شیریں بیاں اعلیٰ درجے کے خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف ہیں۔ ان کی کئی کتابیں منصۂ شہود پر چھپ چکی ہیں۔ علامہ ملتانی صاحب کی ایک بہترین کتاب ''من دون اللہ کون ہیں؟''

اس کتاب کو بعض جگہ سے پڑھا۔ یہ کتاب اثبات حق اور ابطال باطل کا ایک خوشنما اور دل آویز گلدستہ ہے جس میں عقائد اہلسنّت و جماعت کے خوبصورت پھول سجائے گئے ہیں اور عقائد باطلہ کی تردید انتہائی تحقیق اور مستند کتابوں کے حوالہ جات سے کی گئی ہے۔

اولیاء اللہ اور من دونِ اللہ کا فرق۔ امداد و اِستعانت، سماع موتی، وفات شدگان کی قوتِ باصرہ، شفاعت وغیرہ کے موضوعات پر بہترین علمی کاوش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی کی اس سعی جمیلہ کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے قبول فرمائے۔ (آمین) بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

خادم اہل بیت واصحاب علیہم الرضوان

محمد دین چشتی گولڑوی

جامعہ غوثیہ انوار القرآن فیصل آباد

۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

”من دون اللہ“
کون ہیں؟

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ ٥ وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْھُدٰی لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ٥ (پارہ نمبر ۹ سورہ اعراف آیات نمبر ۱۹۸-۱۹۷)

ترجمہ: اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کریں اور اگر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔

ان آیات کے بارے میں مفسرین کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر جلالین: وان تدعوھم ......ای الاصنام...... مراد بت ہیں

تفسیر الجامع لاحکام القرآن: ینظرون الیک...... یعنی الاصنام ......یعنی بت

ان آیات میں بتوں کی تین صفات بیان ہوئی ہیں۔

ا: بت نہ دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

ب: بت ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔

ج: بتوں کی آنکھیں ہیں لیکن ان میں قوت باصرہ نہیں۔

اب ان تینوں باتوں پر ترتیب وار بحث ملاحظہ فرمائیں۔ اگر ان آیات سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ نبی اور ولی نہ مدد کر سکتے ہیں نہ ہدایت کی بات سنتے ہیں اور نہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت وصلاحیت ہے حالانکہ اگر ان باتوں کو

تسلیم کرلیا جائے تو قرآن وحدیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔

ا: استعانت کے دلائل از قرآن

نمبرا: وَاِنْ تَظَاھَرَ عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلَائِکَۃُ بَعْدَ ذَالِکَ ظَھِیْرٌ"

ترجمہ: اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے مددگار ہیں کیونکہ اس آیت میں جبرئیل اور صالح مسلمانوں کو مولیٰ یعنی مددگار فرمایا گیا ہے۔

نمبر۲: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ: اور کوئی بات نہیں تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کا نبی اور اولیاء کرام مددگار ہیں۔

استعانت از احادیث

حدیث نمبرا: ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ حسب معمول نماز تہجد کیلئے اٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے تو میں نے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تیرے پاس پہنچا نُصِرْتَ نُصِرْتَ تو مدد دیا گیا تو مدد دیا گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرکے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرمایا ہے۔ گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے ہیں کیا آپ کے پاس کوئی تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے فریاد کررہا تھا۔

حالانکہ وہ فریادی مکہ میں تھا اور آپ مدینہ میں مگر حضور نے اس کی فریاد کو سنا اور دستگیری فرمائی۔ واقعہ یہ تھا کہ صلح حدیبیہ میں بنی بکر قریش کی طرف سے ذمہ دار تھے اور خزاعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ذمہ دار تھے اور یہ ذمہ داری اس عہد پر تھی

کہ آئندہ دس سال میں باہمی جنگ نہ ہوگی مگر قریش نے عہد کو توڑ دیا اور بنی بکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت حضرت عمرو بن سالم راجز نے مکہ مکرمہ سے فریاد کی اور حضور سے مدد مانگی جس کے جواب میں آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرما کر اس کی مدد کی۔ (۲/۳/۷ طبرانی صغیر، ۲۳/۴۳۳ طبرانی کبیر)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

الف: حضور کی بارگاہ میں فریاد کرنا اور حضور سے مدد مانگنا جائز ہے اگر یہ عقیدہ شرکیہ ہوتا تو حضور اس کی مدد نہ فرماتے۔

ب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن سالم کی آواز کو مکہ سے سن لیا اس سے دور کی آواز سننا ثابت ہے۔

ج: نماز تہجد حضور پر فرض تھی لیکن امت کیلئے مستحب ہے حضور نے فرمایا فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز نماز تہجد ہے۔

حدیث نمبر۲: جب وفد ہوازن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس پر حاضر ہوا اور اپنے اموال و عیال جو مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا صَلَّیْتُمُ الظُّھْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا (۲/۱۳۶ نسائی شریف)

ترجمہ: جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تعلیم دی کے نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول پاک سے استعانت کرتے ہیں اور حدیث میں اسی طرح نستعین کا لفظ موجود ہے جیسے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں نستعین موجود ہے جس کی بنا پر غیر مقلد اور دیوبندی یہ کہتے ہیں۔ خدا ہی سے مدد مانگنی چاہئے خدا کے سوا نبی ولی سے مدد مانگنا شرک ہے اگر ان کا یہ عقیدہ درست مانا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی نے

شرک کی تعلیم دی حالانکہ نبی شرک مٹانے آتا ہے نہ کہ شرک کی تعلیم دینے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ غیر مقلدوں کا عقیدہ قرآن وحدیث سے متصادم ہوتا ہے اس لئے ان بدعقیدہ لوگوں سے احتراز ضروری ہے اور ان کے مذہب کیلئے یہی مصرعہ کافی ہے۔

''اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے''

اگر کہا جائے کہ یہ تو ظاہری حیات میں تھا بعد وفات مدد مانگنی جائز نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ عقیدہ بھی سراسر جہالت بلکہ ضلالت ہے کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات حقیقی دنیاوی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جو بات خدا کے ساتھ خاص ہے اور شرک قرار پا چکی ہے۔ اس میں موت وحیات قرب و بعد کا فرق بیان کرنا وہابیوں کا جنون لاعلاج ہے۔ شرک ہر وقت ہر جگہ شرک ہی رہتا ہے۔

حدیث نمبر ۳: بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِلٰی عُثْمَانَ یَسْتَعِیْنُہٗ فِی جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فَبَعَثَ عُثْمَانُ بِعَشْرَۃِ الْاَلْفِ دِیْنَارٍ

(دارقطنی)

ترجمہ: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کیلئے لشکر اسلام کو تیار فرمایا تو اس وقت مسلمانوں پر بہت تنگی تھی۔ سامان مہیا کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی سے استعانت کی ان سے مدد مانگی۔ انہوں نے دس ہزار دیناروں سے امداد کی۔ نبی کریم نے فرمایا اے عثمان اللہ تعالیٰ تیری پوشیدہ اور ظاہری خطائیں اور آج سے قیامت تک جو کچھ تجھ سے واقع ہو سب کی مغفرت فرمائے اور فرمایا اس کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مشکل اور ضرورت کے وقت اللہ کے برگزیدہ بندوں سے استعانت کرنا سنت نبوی ہے۔ شرک نہیں اس نفیس اور اعلیٰ عقیدہ کو شرک کہنا ان لوگوں کی عادت ہے جن کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں جو صرف خواہش نفسانی کے بندے شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے ان کا تحقیق و تدقیق سے کوئی تعلق نہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو صراط مستقیم کی توفیق دے اور ایسے برے عقیدہ سے توبہ کریں جس کی وجہ سے

خدا کے مقبول بندے مشرک قرار پائیں۔

حدیث نمبر ۴: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا وَّاَرَادَعَوْنًا وَھُوَا بِاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ" فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَّا یَرَاھُمْ (طبرانی شریف)

ترجمہ: جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہ ہو تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔

حدیث نمبر ۵: حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ" مَوْلَاہُ ترجمہ: جس کا میں مددگار ہوں اس کا علی مددگار ہے۔ (۳/۱۱۰ المستدرک)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں زیر آیۃ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَات لکھا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ یعطی لا رواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون من السماء والارض والجنۃ حیث یشاؤن و ینصرون اولیاء ھم وید مرون اعداء ھم (۱/۱۴۱ تفسیر مظہری)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شہیدوں کی روحوں کو جسمانی طاقت عطا فرماتا ہے اور وہ زمین و آسمان اور جنت جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی مغربی ملک میں مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان جنگ ہوئی اور اس لڑائی میں انگریز مسلمانوں پر غالب آنے لگے۔ شیخ ابومدین مغربی ہاتھ میں تلوار لے کر اپنے چند ساتھیوں سمیت ایک صحراء کی طرف نکل گئے۔ وہاں ایک ریت کے ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ اچانک تمام جنگل خنزیروں سے بھر گیا۔ شیخ ابو مدین نے تلوار سونت لی اور ان

خنازیر کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بہت سوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے۔ واپس آئے تو ساتھیوں نے دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ انگریز تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے وہ تاریخ نوٹ کر لی جب مجاہدین واپس ہوئے تو آپ کے قدموں پر جھک گئے اور آپ کے قدم چومنے لگے اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر شیخ ابومدین ان کے ساتھ نہ ہوتے تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ پھر انہوں نے خبر دی کہ شیخ ایک انگریز اور اس کے گھوڑے کی طرف لپکے۔ انگریز اور اس کے گھوڑے کو گرا دیا۔ پھر آپ نے بہت انگریزوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے اور اختتام جنگ پر آپ نظر نہیں آئے اور جہاں جنگ ہوئی وہ ایک مہینے کی راہ کا فاصلہ تھا۔

(۱۸۷ بہجۃ الاسرار)

الف: اللہ والے دور سے دیکھ سکتے ہیں جنگ جس علاقے میں ہو رہی تھی وہ ایک مہینے کی راہ تھی۔ شیخ ابومدین مغربی نے اپنے مقام پر رہ کر جنگ کا سارا نقشہ دیکھا کہ انگریز غالب آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی مدد کرنی چاہئے۔

ب: اولیاء کرام دور رہ کر بھی امداد کر سکتے ہیں ان کی امداد برحق ہے۔

ج: اولیاء کرام آن واحد میں ایک سے زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ شیخ ابومدین مجاہدین کی شہادت کے مطابق میدان جنگ میں تھے اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت صحرا میں بھی موجود تھے وہاں آپ نے خنازیر کو قتل کیا۔

مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی نے قرآن مجید کا حاشیہ لکھا ہے اس میں اس نے لکھا ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے تحت

ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

بس فیصلہ ہو گیا یہی ہمارا دعویٰ ہے کوئی مسلمان کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں جانتا نہ خدا کا فرزند محض وسیلہ مانتا ہے۔

ب: بت ہدایت کو قبول نہیں کرتے

لیکن انبیاء اور اولیاء ہدایت کا منبع اور مخزن ہوتے ہیں بلکہ وہ لوگوں کی ہدایت ہی

کیلئے آتے ہیں خاص کر امام الانبیاء تو وَلِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ہر قوم کے ہادی بن کر تشریف لائے۔

جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں دیتے وہاں مراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے کہ اب چاہے کسی کو گمراہ کرنا اور نبی ہدایت کردیں یہ ناممکن ہے مثلاً

اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ

ترجمہ: بے شک تم ہدایت نہیں کرتے جسے محبت کرو لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اَحۡبَبۡتَ فرمایا گیا اور اللہ کیلئے یَشَاءُ فرمایا گیا دونوں کیلئے اَحۡبَبۡتَ یا دونوں کیلئے یَشَاءُ نہ فرمایا گیا اس لئے کہ نبی کریم ساری مخلوق ہی سے محبت کرتے ہیں کیونکہ آپ رحمتہ اللعالمین ہیں اور آپ کو پسند ہے کہ سب کو ہی ہدایت ملے مگر آپ کی اس محبت پر ہدایت نہیں ملتی لیکن آپ اسی کی ہدایت چاہتے ہیں جس کی ہدایت رب چاہے جو فنا فی اللہ ہو وہ اپنی مرضی رب کی مرضی میں فنا کر دیتا ہے۔ اس کے بغیر چاہئے چاہتا نہیں رب تعالیٰ بھی ربوبیت کے لحاظ سے ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے کیونکہ رب العالمین ہے۔ اسی لئے اس نے ہادی بھیجے مگر ہدایت اس کی چاہتا ہے جس کی ہدایت میں حکمت ہے تو ہدایت نہ محض حضور کی محبت سے ملتی ہے نہ محض اللہ کی محبت سے ہاں رب کے ارادہ اور پھر حضور کے ارادے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ ...... الخ کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کا خالق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے تقسیم کرنے والے ہیں انما انا قاسم واللہ یعطی میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت اس کو دیتے ہیں جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت تخلیق کی ہے۔ حضور رحمتہ اللعالمین ہونے کی بنا پر تمام مخلوق سے محبت کرتے ہیں کہ ان کو ہدایت مل جائے لیکن اللہ

تعالٰی نے ساری مخلورق کیلئے ہدایت تخلیق نہیں فرمائی اس لئے ساری مخلوق کو حضور ہدایت نہیں دیتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جن کافروں اور مشرکوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں تو ان تک تبلیغ اسلام کا ثواب آپ کو ضرور مل جاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ: بے شک جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں

اس سے معلوم ہوا کافروں کیلئے ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔ نبی کیلئے برابر نہیں کافر تبلیغ سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے مگر اللہ تعالٰی نبی کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ضرور دے گا اسی لئے علیک نہیں فرمایا۔

کسی بینک کیشیئر کے پاس اس کا بڑا مخلص اور گہرا دوست آ کر اس سے رقم مانگے لیکن اس دوست کا بینک میں اکاؤنٹ نہ ہو تو صرف محبت کی بنا پر کیشیئر اس کو بینک سے رقم نہیں دے سکتا۔ رقم تب دے گا جب کہ اس کے دوست کا بینک میں اکاؤنٹ ہو گا۔ بلامثال وتمثیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت اسے دیں گے جس کیلئے خدا نے ہدایت تخلیق کی ہو گی۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ...... الخ کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اس آیت میں اپنے محبوب کی ہدایت کو اپنی ہدایت فرمایا ہے یعنی اے محبوب جس کو تم ہدایت دیتے ہو تم نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالٰی ہدایت دیتا ہے۔ آپ کی ہدایت دینا اللہ تعالٰی کی ہدایت دینا ہے یہ آیت وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی

ترجمہ: اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی

کی طرح ہے یہاں نبی کے فعل رمیٰ پھینکنے کو خدا نے اپنا فعل قرار دیا ہے اور اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ میں نبی کی ہدایت کو اپنی ہدایت قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضور ایسے فنا فی اللہ کے مقام میں تھے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے نبی دونوں کی رمیٰ (پھینکنے) اور ہدایت میں یکجہتی اور اتحاد ہے وہاں مَارَمَیْتَ یہاں لاتھدی وہاں اذ رمیت یہاں من احببت وہاں ولکن

اللہ رمٰی اور یہاں ولکن اللہ یھدی

جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت دیتے ہیں وہاں مراد ہے کہ باذن اللہ ہدایت دیتے ہیں اور ان کو ہدایت دیتے ہیں جن کیلئے خدا نے ہدایت تخلیق کی ہے۔ مثلاً

نمبر۱: وَاَنَّکَ لَتَھۡدِیٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ

ترجمہ: اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

نمبر۲: وَ دَاعِیاً اِلَی اللہِ بِاِذۡنِہٖ

ترجمہ: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے۔

نمبر۳: وَاِنَّکَ لَتَدۡعُوۡھُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ

ترجمہ: اور بے شک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔

نمبر۴: الٓرٰ کِتَابٌ اَنۡزَلۡنَاہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوۡرِ

ترجمہ: کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے اجالے میں لاؤ۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ نبی اپنا معجزہ دکھا کر اور ولی اپنی کرامت دکھا کر لوگوں کو ہدایت دے دونوں کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

نبی کا معجزہ

بیہقی کی ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آ گیا کہ وہ علی اور حمزہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام لینے کا اس سے اچھا موقع اور کونسا ہوگا آؤ پیغمبر کو قتل کر دوں۔ اس ارادے سے میں آپ کے دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبدالمطلب کو پایا سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں میں نے سوچا کہ چچا ہیں۔ اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب جا کر اپنا کام کروں۔ ادھر سے آیا تو دیکھا کہ ابوسفیان حارث بن

عبدالمطلب کھڑے ہیں۔ میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے کے بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے۔ پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا آپ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونت کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا ایک آگ کا کوڑا ہے جو بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اسی وقت حضور نے میری جانب التفات فرمایا اور فرمایا شیبہ میرے پاس آؤ اور فرمایا خدایا اس کے شیطان کو دور کر دے۔ اب میں نے جو آنکھ کھول کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو واللہ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں میں تھا لیکن میں اسلام کی وجہ یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں۔ میں آپ کے پاس ہی کھڑا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی خدایا شیبہ کو ہدایت کر پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا واللہ آپ کے ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ آپ کی محبت میرے دل میں آ گئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۰/۴۳)

نبی کریم نے تین مرتبہ شیبہ بن عثمان کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور ہدایت کی دعا کی تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ ہاتھ مار کر آپ نے شیبہ کے سینے سے کفر نکال دیا دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر آپ نے اس کے سینے میں ایمان داخل کر دیا اور تیسری مرتبہ مارا کہ آپ نے شیبہ کے سینے کو اپنی محبت کا گنجینہ بنا دیا۔

ولی کی کرامت

ایک مرتبہ ستر کافر ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس وقت آدھی رات ہو چکی ہے چلو خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں چلیں اور ان کو آزمائیں اگر ہمارے حسب منشا کام کر دیں گے تو ہم مان جائیں گے کہ اس وقت ان کی مثل کوئی

نہیں اس پر اتفاق کر کے ہر ایک نے اپنے دل میں ایک ایک کھانے کے متعلق سوچ لیا اور ہر ایک کی طلب جداگانہ تھی۔ آپ کی خدمت میں پہنچے آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا اے فرزندان آدم آؤ اللہ تعالیٰ پوشیدہ رازوں سے واقف ہے اور جس بندے پر اس کا لطف و کرم ہوتا ہے اس کو بھی ان رازوں سے آگاہ کر دیتا ہے۔ پھر ان کو بیٹھنے کا حکم دیا اور خادم کو اشارہ کیا کہ ان کے ہاتھ دھلوا دو۔ خادم نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی پھر حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کر کے کھانے سے بھرا ہوا برتن لے لیا۔ اسی طرح تسمیہ پڑھ کر ہر ایک کے سامنے اس کا پسندیدہ کھانا رکھ دیا پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کھاؤ خدا کی نعمت انہوں نے کھانا کھا کر خدا کی نعمت کا شکر ادا کیا۔ بعدازاں کہنے لگے یہ تو ہم جان گئے کہ اس وقت آپ کی مثل کوئی صاحب نعمت بزرگ نہیں لیکن یہ فرمائیں کہ اگر ہم ایمان لائیں تو کیا خدا تعالیٰ ہمیں بھی آپ کی مثل صاحب نعمت بنا دے گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں بے چارہ کس شمار میں ہوں اگر خدا چاہے تو اس سے ہزار مرتبہ زیادہ بزرگی عطا فرما سکتا ہے۔ وہ سارے مسلمان ہو گئے اور خواجہ صاحب کے مرید ہو کر آپ کی خدمت اختیار کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اولیاء کاملین بن گئے۔ (صفحہ ۹۹ سیر الاقطاب)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا

یاابن آدم ان اللہ الذی لا الہ الا انا اقول للشی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشی کن فیکون وقدفعل ذالک بکثیر من انبیائہ و اولیائہ و خواصہ من بنی آدم (حاشیہ بہجۃ الاسرار ۳۸) (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۴)

ترجمہ: اے انسان میں اللہ تعالیٰ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہوں میں کہتا ہوں ''ہو جا'' وہ پیدا ہو جاتی ہے اے انسان! تو میرا بندہ بن جا میں تجھے بھی کلمہ کن عطا کر دوں گا تو بھی کن کہہ دیا کرے

گا تو چیز معرض وجود میں آ جایا کرے گی اور بہت سے انبیاء، اولیاء اور خواص ایسا کر چکے ہیں۔

غوث اعظم کے اس قول کی تشریح میں علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اپنے خواص کو حرف کن کا وصف عطا فرماتا ہے تو کیا وہ اس سے تصرف بھی کرتے ہیں یا ادباً ترک کر دیتے ہیں پس اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اہل اللہ کا طریقہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں لفظ کن کا تصرف عطا فرما دے تو وہ اس تصرف کو ادباً استعمال ہی نہیں لاتے کیونکہ اس کا مقام دار آخرت ہے لیکن وہ تصرفات میں بجائے لفظ کن کے بسم اللہ کہہ لیتے ہیں۔

(صفحہ ۱/۱۴۷ الیواقیت والجواہر)

یہی وجہ ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی نے بسم اللہ پڑھ کر ان آنے والے ستر کافروں کی مطلوبہ خوراک مہیا فرما دی اور ان کا تسمیہ کن کے قائم مقام تھا۔

ج: بتوں کی آنکھوں میں قوت باصرہ نہیں لیکن انبیاء اور اولیاء کی نگاہ کی طاقت ملاحظہ فرمائیں۔

امام الانبیاء کی نگاہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ان محمد ارای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہ (طبرانی)

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شک اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے

اور خدا تعالیٰ کو دیکھنے کیلئے آنکھ میں کتنی طاقت ہونی چاہئے اس کیلئے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں تمام انسانوں کی جنوں کی چوپایوں کی اور پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص اس کی طرف دیکھ سکے۔ باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا

ستر واں حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے خدا کے سامنے ہیں ان میں سے ایک پردے کے نور کا ستر واں حصہ ہے انداز کرلو کہ نبی کریم کی آنکھوں میں کتنا طاقتور نور ہوگا کہ انہوں نے خدا کا دیدار بے حجاب کیا تھا۔ (صفحہ ۱۵۳/۲۷ ابن کثیر)

ولی کی نگاہ کی طاقت

حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے فرمایا ہمارے خلوت کدہ میں ایک دن رت ذکر خدا میں مشغول رہو پھر فرمایا اب ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھو اس کے اختتام پر فرمایا آسمان کی طرف دیکھ کر بتاؤ کیا نظر آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا عرش اعظم تک دیکھتا ہوں کہا اب زمین کی طرف دیکھ کر بتاؤ کیا نظر آرہا ہے آپ نے فرمایا تحت الثریٰ تک دیکھتا ہوں۔ فرمایا ایک ہزار بار اور سورۃ اخلاص پڑھو اور آسمان کی طرف دیکھ کر بتاؤ کہ کیا دیکھ رہے ہو عرض کی (عرش کے اوپر) حجاب عظمت تک دیکھتا ہوں پھر فرمایا آنکھیں بند کرلو میں نے بند کرلیں پھر فرمایا کھول دو اور بتاؤ میری دونوں انگلیوں کے درمیان کیا نظر آرہا ہے۔ میں نے عرض کی اٹھا ہزار عالم دکھائی دے رہا ہے۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا جاؤ تمہارا کام مکمل ہو جائے گا۔ (۱۱۲ انیس الارواح)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ۝ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا

(پارہ نمبر ۹ سورہ الاعراف آیۃ ۱۸۴ تا ۱۹۵)

ترجمہ: بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں گے اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں۔

اب ان آیات کے بارے میں مفسرین کی آرا ملاحظہ ہوں۔

ا-تفسیر خازن: ان الذین تدعون من دون اللہ ...... یعنی ان الاصنام التی یعبدھا ھولاء المشرکون...... ان سے مراد وہ بت ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں۔

ب: تفسیر معالم التنزیل: ان الذین تدعون من دون اللہ ...... یعنی الاصنام یعنی بت

ج: تفسیر طبری: ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم...... یقول جل ثناؤ لھولاء المشرکین من عبدۃ الاوثان مونجم علی عبادتھم مالا یضرھم ولاینفعھم من الاصنام اللہ تعالیٰ بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکوں سے ان کو ان بتوں کی پوجا پر زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ بت تمہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں۔

د: تفسیر قرطبی: ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم......ان الاصنام مخلوقۃ امثالکم بے شک بت تمہاری طرح مخلوق ہیں۔

ن : تفسیر کبیر: ان الذین تدعون من دون اللہ المقصود من ھذہ الایۃ اقامۃ الحجۃ علی ان الاوثان لا تصلح للالٰھیۃ.

ترجمہ: اس آیت سے مقصد اس بات کی دلیل قائم کرنا ہے کہ بتوں میں معبود ہونے کی صلاحیت نہیں۔

لیکن دیوبندی اور غیر مقلد من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لیتے ہیں اگر ان کا دعویٰ سچا تسلیم کیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ جس طرح بتوں کے پاؤں تو ہیں لیکن ان میں قوت حرکت نہیں ہے۔ ان کے ہاتھ تو ہیں لیکن ان میں پکڑنے کی طاقت نہیں۔ ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن ان میں دیکھنے کی قوت نہیں۔ ان کے کان تو ہیں لیکن قوت سماع سے خالی ہیں اسی طرح نبیوں اور ولیوں کے جملہ اعضاء بیکار ہیں نہ وہ چل سکتے ہیں، نہ پکڑ سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں۔

اب نبی کے ان متذکرہ بالا اعضاء یعنی پاؤں، ہاتھ، آنکھ اور کان کے کمالات ملاحظہ

کریں۔

نبی کے پاؤں کے کمالات

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ا-اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا مَشٰى عَلَى الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيْهِ (۴/۱۹۷ زرقانی)

ترجمہ: کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے یعنی وہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے۔

ب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیز چلنے میں حضور سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا آپ کے قدموں کے نیچے لپٹی جا رہی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے تھے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے اور آپ بآسانی بے تکلف چلتے مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے۔

(۵۱۸ مشکوٰۃ)

ج: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ مقام ذی الحجاز میں تھے یہ مقام عرفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور یہاں ہر سال منڈی لگتی ہے۔ ابو طالب کو پیاس لگی تو انہوں نے حضور سے کہا اے بھتیجے! میں پیاسا ہوں میرے پاس پانی نہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اترے اور اپنا پاؤں زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا۔ فرمایا اے چچا! پانی پی لو۔ ابوطالب کہتے ہیں میں نے پانی سیر ہو کر پی لیا جب میں پانی پی چکا تو آپ نے پانی نکلنے کی جگہ اپنا پاؤں رکھ کر دبا دیا تو پانی بند ہو گا۔ (طبقات ابن سعد)

د: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق اکبر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ساتھ اُحد پہاڑ پر موجود تھے احد پہاڑ ہلنے لگا۔

فَضَرَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ اُثْبُتْ فَاِنَّمَا

عَلَیْکَ نَبِیّ" وَصِدِّیق" وَشَہِیدَانِ (بخاری شریف)

ترجمہ: تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ایک ٹھوکر سے اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

نبی کے ہاتھ کے کمالات

ا۔ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

اِنَّ اُسَیْدَ بْنَ اَبِیْ اَیَاسٍ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَجْھَہٗ وَاَلْقٰی یَدَہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ فَکَانَ رُسَیْدُ یَدْخُلُ الْبَیْتَ الْمُظْلِمَ فَیُضِیْئُ (۸۵/۲ خصائص کبریٰ)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اسید بن ابی ایاس کے چہرہ اور سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کا چہرہ اور سینہ اس قدر روشن تھا کہ اگر وہ اندھیری کوٹھڑی میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

ب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت حنظلہ بن حذیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تجھے برکت دی گئی۔ حضرت ذیل فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی یہ کیفیت ہوگئی کہ کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم ہو جاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَثَرِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ مل دیتے تو ورم فوراً اتر جاتا تھا۔ (۸۳/۲ زُرقانی)

ج: حضرت ابوقرصافہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں بحالت یتیمی میں اپنی والدہ اور خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ مجھے اکثر کہا کرتی تھی کہ اے بیٹا! اس شخص یعنی نبی کریم علیہ السلام کے پاس کبھی نہ جانا ورنہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے لیکن میں نے چراگاہ میں بکریوں کو لے جا کر چھوڑ دیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ

کے ارشادات اور فرمودات سنتا رہا پھر بکریوں کے پاس گیا ان کو دبلی اور تھنوں کو سوکھے پایا۔ میری خالہ نے مجھ سے کہا آج تیری بکریوں کو کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسرے روز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ سلام ہوا اور اپنی بکریوں اور خالہ کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اپنی بکریاں لے آؤ میں بکریاں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے ان کے تھنوں اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا کی۔ اسی وقت وہ دودھ اور چربی سے بھر گئیں۔ پھر جب میں ان بکریوں کو لے کر خالہ کے پاس گیا تو وہ دیکھ کر بولی اے بیٹے ایسے ہی چرایا کرو جب میں ان کو سارا واقعہ سنایا تو وہ دونوں یعنی خالہ اور والدہ مشرف باسلام ہو گئیں۔ (۳۸۸ دلائل النبوت ابونعیم)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز کسوف پڑھائی۔ دوران نماز آپ نے اپنا ہاتھ بلند فرمایا جیسے کسی کو پکڑ رہے ہوں۔ اختتام نماز پر صحابہ کرام نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے فرمایا۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا

ترجمہ: میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشے کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

۱- کہ آپ نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور زمین سے پہلے آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ ایک آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ یہی حال باقی آسمانوں کا ہے گویا آپ نے سات ہزار سال کی مسافت پر جنت کو دیکھا جو نبی زمین پر رہ کر اتنی دور جنت کو دیکھ سکتا ہے وہ زمین پر آباد اپنے تمام غلاموں کو بھی دیکھ سکتا ہے۔

۲- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کا کمال یہ ہے کہ وہ سات ہزار سال کی

مسافت پر جنت سے جنتی پھل توڑ سکتا ہے۔

۳- آپ زمین پر رہتے ہوئے جنت میں تصرف کر سکتے ہیں اور جنت کی اشیاء آپ کے دست تصرف کی زد میں ہیں اور چونکہ غیر کے ملک میں تصرف جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کے ملک میں دے دی ہے جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور جب آپ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف کر سکتے ہیں تو جنت میں جا کر زمین کے اوپر بھی تصرف کر سکتے ہیں لیکن یہ تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی اجازت اور عطا کے ساتھ مقید ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

نبی کی آنکھ کے کمالات

ا- ہماری آنکھ زیادہ سامنے تھوڑا دائیں اور تھوڑا بائیں دیکھتے ہیں ہم پیچھے نہیں دیکھ سکتے لیکن نبی کریم کی آنکھ پیچھے بھی دیکھتی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

فَوَاللهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رَكُوْعُكُمْ وَلَا خَشُوْعُكُمْ اِنِّىْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِىْ (بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: خدا کی قسم مجھ پر تمہارا کوئی رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ب: ہماری آنکھ رات کی تاریکی میں نہیں دیکھ سکتی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی دیکھ لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يرىٰ فِى اللَّيْلِ فِى الظُّلْمَةِ كَمَا يَراىٰ فِى النَّهَارِ فِى الضَّوْءِ (۸۳/۴ زرقانی)

ترجمہ: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں اس طرح دیکھ لیتے

تھے جس طرح دن کی روشنی میں۔

ج: دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک کا نام ہے اور حضور ساری دنیا کو دیکھ رہے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وِاِلٰی مَا ھُوَا کَائِنٌ" فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ (۲۰۴/۷ زرقانی)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے تمام حجابات اٹھادیئے تو میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَمْ تَرَیٰ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ" مِّنَ النَّاسِ

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کیلئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کی ساری مخلوق حضور کی نظر میں اور آپ سب کی عبادات اور اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ آفتاب مہتاب ساتوں آسمانوں کے ستارے تمام دنیا کے تمام پہاڑ ساری دنیا کے درخت اور تمام دنیا کے جانوروں اور جملہ مومنوں کو دیکھ بھی رہے ہیں اور ان کی عبادت کو بھی جانتے ہیں۔ یہ نبی کی قوت باصرہ کا کتنا بڑا کمال ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

د: بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ شَیْئٍی لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا قَدْرَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتَّی الْجَنَّۃَ

وَالنَّارَ

ترجمہ: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو نہ دکھلائی گئی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔

جنت ساتویں آسمان کے اوپر اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہیں۔ معلوم ہوا نگاہ مصطفیٰ کی رسائی تحت الثریٰ سے لے کر ثریا بلکہ اس سے بھی وراء الوراء تک ہے۔

سرعرش پر تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملک و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ن: وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

ترجمہ: اور تم ان فرشتوں کو دیکھتے ہو جو عرش کے اردگرد حلقہ باندھ کر اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں۔

عرش کتنی دور ہے اور اس کا گھیرا کتنا بڑا ہے اور عرش کے گرد فرشتے کتنے ہیں۔ زمین سے جنت کا فاصلہ آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں۔ اب آگے سنیے جنت میں سو درجات ہیں اور ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کے برابر ہے۔ جنت کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ اور عرش کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں۔ ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ اندازہ لگائیے زمین سے عرش کتنی دور ہے اور ہم قربان نگاہ مصطفیٰ کے جو اتنی دور سے عرش کو بے حجاب دیکھ رہی ہے۔

جہاں تک عرش کے گھیرے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بیضاوی شریف کے حاشیے میں لکھا ہے۔

ا: اِنَّ اللهَ خَلَقَ مِائَةَ اَلْفِ قِنْدِيْلٍ وَعَلَّقَهَا بِالْعَرْشِ وَالسَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَا فِيْهِمَا حَتّٰى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ كُلُّهَا فِىْ قِنْدِيْلٍ وَاحِدٍ وَلَا يَعْلَمُ مَا فِىْ بَاقِى الْقَنَادِيْلِ اِلَّا اللهُ (۸۹ حاشیہ عبدالحکیم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیل پیدا فرمائی ہے اور انہیں اپنے عرش کے معلق فرمایا۔ سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت و دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

جب ایک قندیل اتنی وسیع ہے تو باقی تمام قندیلوں کی عظمت اور وسعت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ پتہ چلا عرش کا محیط انسانی عقل وفکر سے وراء الوریٰ ہے۔

ب: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عَلٰی عَرْشِ الْجَلِیْلِ جَلَّ جَلَالُهٗ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ بُرْجًا مِنْ یَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ اَوْ زَمُرَّدَةٍ خَضْرَاءَ اَوْیَاقُوْتِ اَبْیَضَ كُلُّ بُرْجٍ اَوْسَعُ مِنَ الدُّنْیَا سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّةٍ (۲/۶۷ مسند الفردوس)

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے عرش پر سرخ یاقوت یا سبز زمرد یا سفید یاقوت کے تین سو ساٹھ برج ہیں اور ہر برج دنیا سے ستر ہزار گنا سے بھی بڑا ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ عرش کتنا بڑا ہوگا اور اس کا محیط کتنا بڑا ہوگا اور اللہ کا نبی اس کے گھیرے کو دیکھ رہا ہے۔

ج: عرش کا عظیم ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ پر موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہوا پھر دوسرا اس سے بڑا ہوا' تیسرا اس سے علیٰ ہذا القیاس' ساتواں آسمان کس قدر بڑا ہوگا اور ساتویں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے اس سے عرش کی عظمت کا اندازہ لگالیجئے۔ (تفسیر بیان القرآن زیر آیت لقد جاکم رسول از مولوی اشرف علی تھانوی)

رہی یہ بات کہ عرش کے گرد فرشتے کتنے ہیں تو اس کے متعلق امام فخر الدین رازی

نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جن و انس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر دریائی جانوروں کا دسواں حصہ، یہ سب مل کر زمین کے شرستوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور وہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ، ساتویں آسمان تک یہی ترتیب ہے پھر یہ تمام کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ سب مل کر عرش اعظم کے ایک پردے کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور عرش کے چھ لاکھ پردے ہیں اور ہر پردے پر اسی قدر فرشتے ہیں۔ پھر یہ تمام فرشتے ان فرشتوں کے مقابلے میں جو عرش کے اردگرد گھومتے ہیں ایسے ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ ان کی تعداد خدا ہی جانتا ہے۔ (۲۴۹/۱ تفسیر کبیر)

اس تمام بحث سے آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں کہ اللہ کے نبی کو خدا کی طرف سے کتنا بڑا کمال بصارت عطا ہوا کہ آپ زمین پر رہتے ہوئے اتنے بڑے عرش کو اس کے وسیع و عریض محیط اور اس میں موجود تمام فرشتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کی نگاہ تمام حجابات کو عبور کرتی ہوئی عرش کے گرد جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے والے ملائکہ کو دیکھ رہی ہے جس نگاہ میں اتنا عظیم کمال ہو اس نگاہ کے بارے میں مولوی خلیل احمد دیوبندی کا یہ کہنا کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں کتنی بڑی جہالت ہے اور کتنا بڑا دھوکا ہے۔ یہ ذات مصطفیٰ سے کتنی بڑی عداوت ہے۔

نبی کی قوت سامعہ کا کمال

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تین سو میل میں پھیلا ہوتا تھا۔ پچھتر میل میں انسان، پچھتر میل میں جنات اور پچھتر میل میں پرندے اور پچھتر میل میں حیوانات آپ اتنا عظیم لشکر لے کر وادی نمل سے گزر رہے تھے کہ

قَالَتْ نَمْلَةٌ "یٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا

ترجمہ: ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ

ڈالیں۔ سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز کو سن لیا اور لشکر کو ٹھہر جانے کا حکم دیا تا کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں گھس جائیں۔

آج کل سائنس کا زمانہ خوردبین ایجاد ہو چکی ہے جس سے باریک چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں لیکن آج تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہو سکا جس سے چیونٹی کی آواز سنی جا سکی۔ یہ آواز سننا حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک شاندار معجزہ ہے جہاں عقل انسانی عاجز ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سامعہ کا یہ کمال ہے تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت سامعہ کا کتنا بڑا کمال ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

لما کلم اللہ عزوجل موسیٰ کان بعد ذالک یسمع ربیب النملة السوداء فی اللیلة الظلماء علی الصفامن مسیرة عشرة فراسخ

(۴۳۸ انسان العیون)

ترجمہ: جب خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تو اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس میل کے فاصلے سے سیاہ چیونٹی کے رینگنے کی آہٹ سیاہ رات میں جو اس کے پتھر پر چلنے سے پیدا ہوتی سن لیا کرتے تھے۔

اس عبارت سے اشارۃً ثابت ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو اس کا اثر آپ کی قوت سامعہ پر یہ ہوا کہ تیس میل کے فاصلے سے آپ نے چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ کو سن لیا۔

ہمارے نبی کریم نے معراج کی رات خدا تعالیٰ کا دیدار بھی کیا اور کلام کیا بھی اور سنا بھی۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا سے ہمکلام ہوں تو ان کی قوت سامعہ کا یہ کمال کہ وہ تیس میل سے چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیتے ہیں اور جس محبوب خدا نے بلاواسطہ سامنے بیٹھ کر خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا ہو اس کی قوت سامعہ میں کتنی طاقت ہو گی لہٰذا وہ خدا کا عظیم نبی اگر دور کا درود و سلام سن لے تو بعید از عقل نہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِکَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (الترغیب والترہیب ۲/۵۰۲) (۶۳ جلاء الافہام)

ترجمہ: کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر دورد پڑھے مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے (یعنی اس کی آواز سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں بھی کیوں نہ ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وفات کے بعد بھی آپ سن لیں گے فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین انبیاء کے جسموں کا کھانا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

ا : پچیس ہزار میل لمبی زمین پر کسی بھی ملک، کسی بھی شہر، قصبے، گاؤں میں رہنے والا کسی بھی وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھے آپ اس کا درود وسلام خود بنفس نفیس سنتے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں اسی طرح اب عالم برزخ میں۔

ب: زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارک کو کھاتی نہیں بلکہ ان کے جسم ان کی قبور میں ہر قسم کے تغیر وتبدیل سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ ان جسموں پر جو کفن ہوتا ہے زمین اس کو بھی نہیں کھاتی۔ چہ جائیکہ جسموں کو کھائے۔

ج: قریب وبعید سے دورد وسلام کی آواز سننا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔ حدیث میں الانبیاء احیاء فی قبور یصلون یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔

د: جب نبی کریم نے یہ حدیث بیان فرمائی تو ابو درداء نے اس حدیث کو عوام تک پہنچایا اس عقیدے کے تحت حضور قریب وبعید کا درود وسلام سن لیتے ہیں اور ہم اہلسنّت کا بھی یہی عقیدہ ہے لہٰذا ہمارا عقیدہ صحابہ والا ہے جو کبھی باطل نہیں ہوسکتا۔

وفات یافتہ کی قوت باصرہ

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت کنت ادخل البیت فاضع ثوبی واقول انما زوجی وابی فلما دفن عمر معھما مادخلته الاوانا مشدودة عل ثوبی حیاء من عمر (۱۵۴ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے اس حجرۂ اقدس میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدفون اور آرام فرما ہیں تو پردہ کا اہتمام نہ کرتی تھی اور دل میں کہتی تھی یہ تو میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں (پردہ کی کیا ضرورت ہے) اور جب حضرت عمر اس حجرہ میں مدفون ہوئے تو میں بغیر اچھی طرح پردہ کئے ہرگز داخل نہ ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور دیکھتے ہیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ رسول خدا اور صدیق اکبر مجھے بوقت زیارت دیکھتے ہیں لیکن ان سے پردہ کی ضرورت نہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو باقاعدہ پردہ کرکے جاتی ہیں اگر ان کے عقیدے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت زیارت انہیں دیکھتے نہیں تھے تو اس اہتمام کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

وفات یافتہ کے ہاتھ کی قوت

مولوی عبدالمجید غیر مقلد نے اپنی کتاب کرامات اہلحدیث میں لکھا ہے۔

صوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خاں شاہ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کیلئے قاضی سلیمان منصور پوری کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب مراقبہ کیلئے روضہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں خیال کیا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ

لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو ہم کوئی بات تجھ سے راز میں رکھنا نہیں چاہتے۔

(۱۹ کرامات اہل حدیث)

وفات یافتہ کی قوت متحرکہ کا کمال

شاہ ولی محدث دہلوی فرماتے ہیں میرے پردادا کا نام زبانوں پر فرید مشہور تھا اور بعض پرانے کاغذات میں غلام فرید دیکھا گیا۔ ایک بارات کے ساتھ کیرانہ جارہے تھے راستے میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا پردادا صاحب اچھے تیرانداز تھے۔ بہلی میں بیٹھے ہوئے تیر چلارہے تھے کسی نے ان کو دیکھ لیا اور شہید کر دیا۔ رات کو جبکہ پردادی صاحبہ جاگ رہی تھی تشریف لائے اور باتیں کیں اور جاتے وقت کچھ مٹھائی اور پھل دے گئے کہ بچوں کو دے دیں بھوکے نہ رہیں اور فرمایا اس بات کی کسی کو اطلاع نہ کرنا چونکہ اس زمانے کے لحاظ سے ایک بیوہ کے پاس مٹھائی کا آنا عرفاً برا تھا اس لئے پردادی صاحب نے اس کو ظاہر کر دیا اس کے بعد وہ کبھی تشریف نہ لائے۔ (۱۱۲ البصائر)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ

ا : شاہ ولی اللہ کے پردادا وفات کے بعد اپنے گھر آئے اور یہ قوت متحرکہ کا عظیم کمال ہے۔

ب: وفات کے بعد بھی خدا کی عطا سے ولی مشکل کشا ہوتے ہیں کہ بچوں کو بھوک سے نجات دلانے کیلئے ان کیلئے مٹھائی اور پھل دے گئے۔

ج: ولی مرتا نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہو جاتا ہے۔

د: وفات کے بعد ولیوں کے علم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ غلام فرید کو پتہ چل گیا کہ میری بیوی نے راز فاش کر دیا ہے اس لئے وہ دوبارہ نہیں آئے۔

سوال: خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ

ترجمہ: یا مثل اس شخص کی جو گزرا ایک بستی پر وہ اس حال میں تھی کہ گری پڑی تھی۔ اپنی چھتوں کے بل کہنے لگا کیونکہ زندہ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک ہونے کے بعد۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال تک موت کی حالت میں رکھا پھر اسے زندہ کیا۔ فرمایا کتنی مدت تو یہاں ٹھہرا اس نے عرض کی میں ٹھہرا ہوں ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تو ایک سو سال ٹھہر رہا ہے۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس گزرنے والے سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں جو خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ نے سو سال تک موت طاری رکھی پھر جب زندہ فرما کر پوچھا کہ تم کتنا عرصہ اس حالت میں رہے تو انہوں نے جواب دیا دن یا دن کا کچھ حصہ اصل مدت نہ بتا سکے۔ معلوم ہوا کہ وفات کے بعد ان کو علم و ادراک نہ تھا اس لئے وہ درست جواب نہ دے سکے جب ایک نبی کا یہ حال ہے تو اولیاء اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ بعد الممات ان کو علم و ادراک ہوتا ہے وہ سنتے ہیں مدد کرتے ہیں کیسے درست ہو سکتا ہے؟

الجواب: اگر حضرت عزیر علیہ السلام کو علم و ادراک نہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہ خاموش ہو جاتے یا کہتے کہ میں تو مرنے کے بعد مٹی، پتھر اور جماد ہو گیا تھا میں تو جب بتاؤں کہ مجھے کچھ علم ہو لیکن وہ تو کہتے ہیں میرے مولا میں تو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ تو پتہ چلا کہ وہ اپنے علم و ادراک کا اعتراف کر رہے ہیں نیز اگر ان کو وفات کے بعد اگر کوئی علم نہ تھا تو خدا تعالیٰ نے سوال ہی کیوں کیا؟ سوال تو اس سے کیا جاتا ہے جس کو علم ہو بے علم سے سوال کرنا بیکار اور عبث ہوتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان کا جواب واقع کے مطابق نہ تھا تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں وہ حسن حقیقی اور جلوہ خداوندی میں ایسے مستغرق تھے کہ اپنی ذات کی طرف دھیان اور توجہ نہ دے سکے جیسے کہ مصر کی عورتیں جمال یوسفی میں اس قدر محو ہو گئیں کہ ان کو اپنی انگلیاں کٹنے کا خیال تک نہ آیا کیونکہ آپ حسن الوہیت کے جلوؤں میں سراپا گم تھے اس لئے اصل مدت کی طرف

توجہ نہ رہی۔

دوسرا جواب یہ ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عزیز! تو سو سال موت کی حالت میں رہا اور آپ نے فرمایا میں دن یا دن کا بعض حصہ رہا۔ خدا کا کلام بھی سچا ہے۔ خدا فرماتا ہے و من اصدق من اللہ حدیثا اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام بھی سچا ہے اس لئے کہ اللہ کا نبی قصداً اور سہواً جھوٹ سے پاک ہوتا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک امر کو دو واقعوں میں ظاہر کر دے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مدت تو سو برس کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ اس سو برس کی مدت کو حضرت عزیر علیہ السلام کیلئے اتنا چھوٹا کر دیا کہ وہ سو برس کا عرصہ دن یا دن کا کچھ حصہ ہو کر گزرا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا علم اس واقعہ کے مطابق ہے جو ان پر گزرا اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس واقعے اور حقیقت کے مطابق ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گزارا۔ لہٰذا اللہ کا کلام بھی سچا اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام بھی سچا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا مگر اہل ایمان کیلئے اولیاء اور شہداء کیلئے ایک نماز کے وقت سے بھی جلدی گزر جائے گا۔ قیامت کے دن اگر صالحین سے دریافت کیا جائے گا کہ تم یہاں کتنا ٹھہرے تو وہ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق وقت کا اعتبار بیان کریں گے اور اگر کفار و مشرکین سے دریافت کیا جائے گا تو وہ اپنا ماجرا بیان کریں گے اور ہر ایک اپنے قول اور دعوے میں سچا ہو گا جو اللہ تعالیٰ پچاس ہزار سال کو ایک نماز کے عرصہ میں تبدیل کر سکتا ہے تو وہ سو برس کو ایک دن یا دن کے بعض حصے میں بھی تبدیل کر سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ کا کلام اصل واقعے کے مطابق ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام ان کے علم کے مطابق ہے۔

دوسری مثال سنیئے خدا فرماتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً.

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی رات کے تھوڑے سے حصے میں۔

اب اندازہ لگایئے وہ تھوڑا حصہ کتنا ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے اور اسی عرصہ میں نبیوں سے مصافحہ بھی کیا۔ تمام انبیاء کو نماز بھی پڑھائی پھر آسمانوں پر نبیوں سے ملاقات بھی ہوئی۔ بیت المعمور ملاحظہ فرمایا سدرۃ المنتہیٰ پر جبرئیل سے کلام فرمایا پھر رفرف پر جلوہ گری ہوئی پھر حجابات کبریا کو طے فرمانا وہاں جانا جہاں نہ کوئی مکان ہے نہ زمان ہے۔ پھر عرش پر جانا خدا کے قرب خاص سے مشرف ہونا دیدار فرمانا نمازیں لینا' نمازوں کی تعداد کم کرانے کئی مرتبہ جانا آنا پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے یہ طول عرصہ اٹھارہ سال کا تھا لیکن اہل دنیا کیلئے اتنا قلیل ہو گیا کہ جب تشریف لائے بستر بھی گرم' دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی اور وضو کا پانی چل رہا تھا جو اللہ اٹھارہ سال کو اہل دنیا کیلئے قلیل کرنے پر قادر ہے۔ وہ سو سال کو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ بھی بنا سکتا ہے۔

اب اس ساری بحث کا فیصلہ قرآن سے کئے دیتا ہوں کہ خدا نے ارشاد فرمایا

فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ

ترجمہ: اب دیکھ اپنے اپنے کھانے اور پینے (کے سامان) کو یہ باسی نہیں اور دیکھ اپنے گدھے کو یعنی انگور اور انجیر کے اس کو دیکھئے ویسا ہی ہے اس سے بو تک نہیں آئی اور گدھے کے اعضا بکھر گئے اور ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ گویا اللہ نے فرمایا میں نے سو برس کا عرصہ تیرے لئے تھوڑا کر دیا اسی طرح تیرے کھانے پینے کی اشیاء کیلئے تھوڑا کر دیا تا کہ تیرے دعوے کی دلیل یہ طعام اور انگوروں کا رس ہو جائے اور میرے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ تو اپنے گدھے کو دیکھ اس کی ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ پس دونوں قول سچے ہوئے۔

تیسرا جواب ہے کہ جب حضرت عزیر علیہ السلام نے بیت المقدس کی خرابی و بربادی کا مشاہرہ کیا تو دل میں اس کی دوبارہ آبادی اور بنی اسرائیل کی واپسی کا شوق پیدا ہوا جن کو بخت نصر نے قید کر لیا تھا یا ادھر ادھر منتشر کر دیا تھا اور ساتھ ہی اس امر کو عظیم تصور کیا اور فی نفسہ اس کو مشکل جانا گرچہ قدرت باری تعالیٰ سے یہ بات باہر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیت المقدس کے ساتھ دلچسپی اور اس امر کو عظیم اور مشکل سمجھنے پر انہیں اپنی قدرت کاملہ

کا مشاہدہ کرانا چاہا اوران پر وفات طاری کر دی۔ ان کے گدھے کو موت دے دی۔ اس کا ایک ایک جوڑ الگ ہو گیا لیکن اس کے باوجود انجیر اور انگوروں کا رس ویسے کا ویسا رہا۔ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے ان کو سو سال کے بعد زندہ کیا تا کہ اپنی ذات میں اور کھانے پینے کی اشیاء اور اپنی سواری میں خدا کی قدرت کی نشانیوں کو ملاحظہ کریں اور حق الیقین کے مرتبہ پر فائز ہو جائیں اور ان کے دل میں جو یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ بیت المقدس کی دوبارہ آبادی کو مشکل تصور کیا وہ کلیۃً زائل ہو جائے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اتنی طویل اور خلاف معمول موت میں ایک حکمت یہ ہے کہ عنداللہ بیت المقدس کی آبادی شروع ہونے میں ابھی ستر سال باقی تھے اور پہلی سی چہل پہل اور زینت و رونق میں مزید تیس سال باقی تھے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ اپنے نبی اور صفی کو اتنا عرصہ حزن و ملال میں رکھے لہٰذا ان پر موت طاری کر دی اور ستر سال گزر گئے اس کے بعد لوگوں کی توجہ بیت المقدس کی آبادی کی طرف مبذول ہوئی اور تیس سال کے اندر وہی چہل پہل اور رونق بحال ہو گئی جو پہلے تھی تب خدا نے آپ کو دوبارہ زندہ کیا اور سو سال کی مدت کو دن یا دن کا کچھ حصہ بنا دیا تا کہ سو سال میں تو بیت المقدس کا شہر دوبارہ بارونق ہو جائے اور میرے نبی کو طویل عرصہ تک حزن و ملال کے صدمے نہ اٹھانے پڑیں۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اپنی خبر رہی یا نہ رہی اپنی سواری کا علم ہوا یا نہ ہوا اس بحث سے الگ ہو کر اس بات پر غور کیجئے کہ حضرت عزیر علیہ السلام درخت کے سائے میں آرام فرما تھے اور تیس سال تک لوگ بیت المقدس میں آ کر آباد ہوتے رہے اور ادھر ادھر گھومتے رہے مگر اتنی میعاد میں ان میں سے کوئی بھی حضرت عزیر علیہ السلام کو نہ دیکھ سکا۔ کیا وہ سارے لوگ بینائی سے محروم تھے اور ان کی آنکھیں کام نہ کرتی تھیں اگر ان کے بینا ہونے کے باوجود ان کو کچھ نظر نہیں آیا اور اس میں ان کی نظر اور قوت باصرہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تو اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو مدت اقامت اور اپنے گدھے کے بارے میں علم یقینی حتمی نہ ہونے سے ان کے علم اور قوت نظر پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جو حکمت لوگوں کو حضرت عزیر سے دور رکھنے اور ان کی نظروں سے

پوشیدہ رکھنے میں تھی اسی طرح کی حکمت یقیناً ادھر بھی ہے لہٰذا حضرت عزیر علیہ السلام کی عدم توجہگی اور بے التفاتی خاص مصلحت کیلئے تھی اور مخصوص وقت کیلئے نہ کی علی الاطلاق۔

اب سنیئے اولیائے کاملین کے اعضا کی قوتوں کا کمال۔ حدیث قدسی ہے۔

وَمَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُبِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ (بخاری شریف)

ترجمہ: اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

اس حدیث کے تحت مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فیض الباری شرح بخاری ۴/ ۴۲۸ پر لکھا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا محبوب بن جاتا ہے تو پھر وہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز بات نہیں سنتا۔ اپنی آنکھوں سے خلاف شرح کوئی چیز نہیں دیکھتا۔ اپنے ہاتھوں سے خلاف شرح کوئی کام نہیں کرتا لیکن حدیث شریف کا کوئی لفظ اس معنیٰ کی تائید نہیں کرتا کیونکہ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے تو وہ محبوب بنا اگر گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی محبوبیت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے تو تقوے اور پرہیز گاری کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ. تم فرما دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تو اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔

معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔

نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔ قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام درخت کے قریب گئے تو آواز آئی یَا مُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ اے موسیٰ! میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا پالنے والا۔ درخت کلام خداوندی کا مظہر بنا ہوا تھا اگر ایک درخت خدا کے کلام کا مظہر بن سکتا ہے تو خدا کا مقرب بندہ بھی خدا کی صفات کا مظہر بن سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جن کا انسان پر اثر ہونا برحق ہے۔ جس انسان پر جن کا اثر ہو جائے اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ پاؤں انسان کے ہوتے ہیں چلتا جن ہے۔ زبان انسان کی ہوتی ہے بولتا جن ہے۔ ہاتھ انسان کے ہوتے ہیں پکڑتا جن ہے۔ جسم انسان کا ہوتا ہے اس میں طاقت جن کی ہوتی ہے۔ کان انسان کے ہوتے ہیں سنتا جن ہے۔ گویا وہ انسان جن کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اگر ایک انسان جن کی صفات کا مظہر بن سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اس حدیث قدسی زیر بحث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فاذا صار نور جلال اللہ سمعاله سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصیراً لہ رای القریب والبعید و اذا ذالک النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب

(تفسیر کبیر زیر آیۃ ام حسبت ان اصحاب الکهف)

ترجمہ: جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

ولی کی قوت سامعہ کا کمال

ا: حضرت شیخ عدی بن مسافر نے اپنے ایک مرید سے فرمایا عرش الٰہی کے نیچے ایک مرغ ہے جب دنیا میں نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ اذان دیتا ہے اس مرید نے عرض کی حضرت مجھے اس مرغ کی آواز سنوا دیں۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ نے اس مرید سے فرمایا میرے قریب ہو جائے اور اپنا کان میرے کان کے قریب کر دو۔ اس نے تعمیل ارشاد کی تو اس مرید نے بھی اس مرغ کی آواز سن لی۔ (۱۵۲ بہجۃ الاسرار)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک ولی اتنی دور سے مرغ کی آواز سن سکتا ہے تو ہمارے آقا و مولیٰ امام الانبیاء بھی اپنے امتیوں کا درود و سلام دور سے سن سکتے ہیں۔

ب: حضرت محمد بن عمر غوث اعظم کے ہمعصر تھے ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ دمشق میں موجود تھے۔ یکا یک بطور عاجزی اپنی گردن جھکا لی۔ لوگوں نے وجہ دریافت فرمائی تو فرمایا اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بغداد میں مجلس وعظ میں فرمایا ہے۔ میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے تو مشرق سے لے کر مغرب تک ہر ولی کی گردن جھک گئی ہے۔ لوگوں نے اس تاریخ کو یاد کر لیا تو کچھ روز کے بعد بہت کثرت سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ خبریں آئیں کہ آپ نے اس تاریخ میں یہ فرمایا تھا۔

(۱۱۹ جمال الاولیاء از مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم نے یہ ارشاد فرمایا بغداد میں اور تمام دنیا کے مشرق و مغرب میں رہنے والے اولیائے کاملین نے آپ کے اس ارشاد پر اپنی گردنوں کو جھکا لیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان سب نے بغداد سے آپ کا ارشاد **قدمی ھذہ**

علی رقبة کل ولی اللہ سن لیا۔

وہاں سر جھکاتے ہیں سب اونچے اونچے
جہاں ہے تیرا نقش پا غوث اعظم

ولی کی آنکھ کا کمال

ا: ایک آدمی حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ اس وقت اپنی آنکھ میں سلائی کے ساتھ سرمہ ڈال رہے تھے۔ اس آدمی نے عرض کی حضرت اپنے ہاتھ سے میری آنکھ میں بھی سرمہ ڈال دیجئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کی آنکھ میں بھی سرمہ ڈال دیا۔ وہ کہتا ہے میرے لئے جلیل القدر کام منکشف ہو گئے۔ و نظرت من الفرش الی العرش اور میں نے فرش سے لے کر عرش تک سب کچھ دیکھ لیا۔

(۱۵۱ بہجۃ الاسرار)

نوٹ: حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی نے زبدۃ الآثار میں لکھا ہے۔

ایں کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور است: یہ کتاب بہجۃ الاسرار ایک عظیم و شریف اور مشہور کتاب ہے اور شیخ محقق کے بارے میں مولوی اشرف علی نے لکھا ہے کہ ان کو روزانہ نبی کریم کے دربار کی حاضری نصیب ہوتی تھی۔ مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فیض الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ووثقہ المحدثون محدثین بھجتہ الاسرار کتاب کی توثیق کی ہے۔

ب: ایک آدمی نے حضرت عدی بن مسافر سے کہا کوئی غیب کی چیز دکھا دیجئے۔ انہوں نے ایک رومال دیا اور فرمایا اس کو اپنے چہرے پر ڈال لو۔ انہوں نے ڈال لیا پھر فرمایا اب اٹھا لو انہوں نے اٹھا لیا۔ وہ آدمی کہتا ہے میں نے کراماً کاتبین کو لوگوں کے اعمال لکھتے ہوئے دیکھا۔ تین دن میری یہی حالت رہی۔ مجھ پر یہ حالت شاق گزری میں نے حضرت عدی بن مسافر کی خدمت میں فریاد کی انہوں نے وہی رومال میرے چہرے پر ڈال کر اٹھا لیا تو وہ کیفیت مجھ سے دور ہو گئی۔

(۱۵۲ بہجۃ الاسرار)

ولی کے ہاتھ کا کمال

ا : حضرت عدی بن مسافر کا ایک مرید آپ کو وضو کرایا کرتا تھا۔ ایک دن اس مرید نے آپ کے ہاتھ پر پانی ڈالا تو آپ نے اس سے فرمایا تجھے کچھ چاہئے تو مانگ لے۔ اس نے عرض کی مجھے تلاوت قرآن کا شوق ہے لیکن مجھے سوائے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے کچھ یاد نہیں اور قرآن کا حفظ کر لینا میرے لئے خاصہ مشکل کام ہے وہ مرید کہتا ہے۔

فَضَرَبَ بِیَدِہٖ فِیْ صَدْرِیْ فَحَفِظْتُ الْقُرْآن کُلَّہٗ فِیْ وَقْتِیْ

ترجمہ: حضرت عدی بن مسافر نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا میں نے فوراً پورا قرآن اسی وقت حفظ کر لیا۔

تیری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے   میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

ب: حضرت شہاب الدین عمر سہروردی نے فرمایا مجھے علم کلام کا بہت شوق تھا۔ میں نے اس کی کتابیں حفظ کر لی تھیں اور اس میں خوب ماہر ہو گیا تھا۔ میرے چچا نجیب الدین عبدالقاہر سہروردی مجھے اس کام سے منع کرتے تھے لیکن میں باز نہ آتا تھا۔ وہ ایک روز مجھے ساتھ لے کر بارگاہ غوث اعظم میں حاضر ہوئے۔ راستے میں مجھ سے فرمایا اے عمر! ہم اس وقت اس کے حضور حاضر ہونے کو ہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ دیکھو ان کے سامنے احتیاط سے حاضر ہونا تاکہ ان کے دیدار سے برکت پاؤ۔ جب ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو میرے چچا حضرت عبدالقاہر سہروردی نے غوث اعظم سے عرض کی اے میرے آقا! یہ میرا بھتیجا علم کلام کا شائق ہے میں منع کرتا ہوں مانتا نہیں۔ غوث اعظم نے مجھ سے پوچھا اے عمر! تم نے علم کلام میں کون سی کتاب حفظ کی ہے میں نے عرض کی فلاں فلاں کتابیں۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر پھیرا خدا کی قسم ہاتھ اٹھانے نہ پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا اور ان تمام مطالب کو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلا دیئے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں فوراً علم لدنی بھر دیا۔

(بہجۃ الاسرار، ۳۴۲ قلائد الجواہر)

ولی کے پاؤں کا کمال

ا : خلیفہ کے دربار میں روم سے ہر سال خراج آتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ روم نے خراج کے ساتھ اپنی قوم کے مذہبی رہنماؤں اور عالموں کو بھیجا اور پیغام دیا کہ تم مسلمانوں سے بحث کرو۔ اگر مسلمان غالب آگئے تو خراج بھیج دیا جایا کرے گا اور اگر تم غالب آگئے تو مال خراج بند کر دیا جائے گا چنانچہ حسب خواہش قیصر روم خلیفہ نے تمام علماء کو جمع کیا۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ حضرت امام شافعی بحث کریں گے۔ پھر خلیفہ کے حکم سے سب لوگ دریائے دجلہ کے کنارے جمع ہوئے۔ امام شافعی نے اپنا جائے نماز دریا کے درمیان بچھا دیا اور پانی پر چلتے ہوئے جا کر جائے نماز پر بیٹھ گئے اور کہا جس نے میرے ساتھ بحث کرنی ہو وہ میرے پاس یہاں آجائے۔ یہ حال دیکھ کر وہ سب عیسائی علماء مسلمان ہو گئے۔ جب قیصر روم کو اس بات کا علم ہوا تو کہنے لگا شکر ہے وہ شخص روم میں نہیں آیا ورنہ سب لوگ مسلمان ہو جاتے۔ (۱۵۰ تذکرۃ الاولیاء)

ب: حضرت شیخ محمد بن عمر نے اپنے مریدوں کے ساتھ دریائے فرات کے قریب ایک مقبرے میں تشریف فرما تھے۔ دریائے فرات کے کنارے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ شیخ نے مریدوں سے فرمایا تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو جو فرات کے کنارے پر ہے۔ سب نے عرض کی جی ہاں فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے اور میرے متوسلین میں سے۔ ہندوستان سے میری زیارت کیلئے آیا ہے۔ اس نے نماز عصر اپنے گھر پر پڑھی ہے اور میری طرف چلا ہے۔ اس کیلئے زمین لپیٹ دی گئی۔ اس نے اپنے گھر سے فرات تک کا فاصلہ ایک قدم میں طے کیا ہے اور فرات سے یہاں تک میرے ادب کی وجہ سے پیدل چل کر آ رہا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ یہ جانتا ہے کہ میں اس جگہ پر ہوں یہیں آجائے گا۔ شہر میں داخل نہ ہو گا جب وہ شہر کے قریب پہنچا تو وہاں واپس ہو کر وہاں آ گیا جہاں شیخ موجود تھے اور سلام کیا اور عرض کی آپ مجھے بیعت کر لیں تاکہ میں آپ کے متوسلین میں سے ہو جاؤں۔ شیخ صاحب نے فرمایا میرے معبود کی عزت کی قسم تم میرے ہی لوگوں میں سے ہو۔ اس نے کہا الحمد للہ اسی لئے آیا تھا پھر اس نے اپنے شہر لوٹ

جانے کی اجازت مانگی۔ شیخ نے پوچھا تمہارے گھر کے لوگ کہاں ہیں اس نے عرض کی ہندوستان میں۔ فرمایا تم ان کے پاس سے کب چلے عرض کی نماز عصر پڑھ کر چلا تھا۔ شیخ نے کہا آج رات ہمارے ہاں مہمان رہو۔ اس نے قبول کر لیا صبح کو اس نے جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت شیخ اپنے مریدوں کے ساتھ جنگل میں ان کو رخصت کرنے گئے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ان کے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور دھکا دے دیا اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ شیخ نے فرمایا قسم ہے رب العزت کی اس نے میرے دھکا دینے میں اپنا سر ہندوستان میں اپنے گھر کے دروازے پر رکھ لیا۔

(۱۱۴ جمال الاولیاء)

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مرنے کے بعد انسان صفاتِ الٰہیہ کا مظہر نہیں رہتا لہٰذا نہ وہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے، نہ قریب و بعید کی آوازیں سنے، نہ قریب و بعید کی چیز دیکھے کیونکہ جب موت آئی تو تمام کمالات ختم ہو گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

ان الانسان لیس عبارۃ عن ھذا الحیکل بل عبارۃ عن جسم نورانی سارفی ھذا البدن (۷/۲۹۲ تفسیر کبیر)

ترجمہ: انسان اس جسد خاکی کا نام نہیں انسان اس جسم نوری کا نام ہے جو اس بدن خاکی میں جاری اور ساری ہے اور اس کا دوسرا نام روح ہے۔

جسم انسانی مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے روح باقی رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا لیکن کسی کیلئے جسم یا روح صرف روح کیلئے کیونکہ روح کو فنا نہیں لہٰذا صفات الٰہیہ کا مظہر ہونا روح کی صفت ہے نہ کے جسم اور چونکہ روح کو فنا نہیں روح باقی ہے لہٰذا اس کی صفت بھی باقی ہے۔ اس لئے اللہ کے برگزیدہ بندے اپنی قبور میں رہ کر آواز سنتے بھی زائر کر دیکھتے بھی ہیں۔ اپنی قبر سے ہاتھ نکال کر پکڑنا چاہیں تو پکڑ بھی سکتے ہیں۔ اپنی قبور میں مقید نہیں باہر نکل کر جہاں چاہیں سیر کر سکتے ہیں امثلہ ملاحظہ ہوں۔

وفات یافتہ ولی کی قوت سامعہ

ابن عبدالبر سے روایت ہے

مَامِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْہِ الْمُؤْمِنِ کَانَ یَعْرِفُہٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِلَّا عَرَفَہٗ وَرَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ (۸/۳۰۸ زرقانی)

ترجمہ: کوئی شخص جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے کہ صاحب قبر دنیا کے اندر جانتا تھا پس سلام دیتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچان لیتا ہے اوراس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ فاروق اعظم نے ایک نوجوان کی قبر پر کھڑے ہو کر اس سے کلام کیا تو اجابہ الفتی من داخل القبو نوجوان نے اپنی قبر سے فاروق اعظم کو جواب دیا جواس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے فاروق اعظم کی آواز سنی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○
اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ○

(پارہ نمبر ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۲۰-۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور خود بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائیں جائیں گے۔

اب اس آیت کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

الف: تفسیر خازن: والذین یدعون من دونہ اللہ ...... یعنی الاصنام ...... بت

ب: تفسیر معالم التنزیل: وما یشعرون ایان یبعثون ...... والقرآن یدل علی ان الاصنام تبعث وتجعل فیھا الحیاۃ فتبرا من عابدیھا

ترجمہ: قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ بت اٹھائے جائیں گے اور ان کو زندگی دی جائے گی اور وہ بت اپنے پجاریوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

ج: تفسیر طبری: اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ...... وھی حذا الاوثان التی تعبد من دون اللہ یعنی یہ بت ہیں جن کی اللہ کے سوا پوجا ہوتی ہے۔

د: تفسیر جلالین: والذین یدعون من دون اللہ...... وھوا الاصنام یعنی وہ بت ہیں۔

ن: تفسیر کبیر: والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون فاعلم انہ تعالیٰ وصف ھذہ الاصنام بصفات کثیرۃ

ترجمہ: جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں۔

ی: تفسیر قرطبی: اموات غیر احیاء...... یعنی الاصنام لا ارواح فیھا و لا تسمع و لا تبصر یعنی یہ بغیر روحوں کے بت ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اگر یہاں من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو کئی آیات قرآنیہ اور احادیث بنویہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بت نہ کچھ بنا سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی صلاحیت ہے بلکہ وہ خود مشرکین مکہ کے بنائے ہوئے ہیں اگر اس سے مراد نبی لئے جائیں۔ تو اب مطلب یہ ہوگا کہ نبی کچھ بنا نہیں سکتے حالانکہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا۔ انہوں نے اپنے معجزات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَنِّیۡ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِنَ الطِّیۡنِ کَھَیۡئَۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًا بِاِذۡنِ اللّٰہِ

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

جب آپ نے یہ دعویٰ کیا تو لوگوں نے آپ سے چمگادڑ بنانے کا مطالبہ کیا چونکہ اس کی چند خصوصیات ہیں مثلاً

الف: اس میں ہڈی نہیں ہوتی صرف گوشت اور خون ہے۔

ب: اس کے پر نہیں ہوتے صرف گوشت سے اڑتی ہے۔

ج: یہ انڈے نہیں بلکہ بچے دیتی ہے جبکہ چڑیاں انڈے دیتی ہیں۔

د: اس کی چھاتی پر پستان ہوتے ہیں جن سے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔

ن: اس کی چونچ نہیں بلکہ منہ ہوتا ہے۔

و: اس کے منہ میں دانت ہوتے ہیں جن سے چباتی اور ہنستی بھی ہے۔

ء: اسے حیض بھی آتا ہے۔

ی: یہ دن کی روشنی میں نہیں دیکھ سکتی۔

ے: یہ رات کے اندھیر میں بھی نہیں دیکھ سکتی۔ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے اور

غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ بعد تک دیکھ سکتی ہے۔ (روح المعانی، خازن)

اموات غیر احیاء سے مراد بت ہے اگر اس سے مراد نبی اور ولی ہوں تو مطلب یہ ہو گا کہ نبی اور ولی وفات کے بعد زندہ نہیں ہوتے حالانکہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ گوناں گوں لذتیں حاصل کرتے ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، کلام فرماتے ہیں۔* سلام کرنے والوں کا جواب دیتے ہیں۔ چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور لوگوں کو فیوض و برکات پہنچاتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ شیخ ابوعبداللہ القرشی جو اپنے زمانے کے بہترین عارف باللہ تھے نے فرمایا ایک مرتبہ مصر میں زبردست قحط سالی ہو گئی۔ میں نے دعا کا ارادہ کیا مجھے کہا گیا اس معاملے میں تم میں سے کسی کی دعا نہ سنی جائے گی۔ میں نے شام کا سفر اختیار کیا جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مزار پر انوار کے قریب پہنچا تو آپ نے قبر سے نکل کر میرے ساتھ ملاقات فرمائی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ میری ضیافت اس طرح فرمائیں کہ اہل مصر کیلئے دعا فرمائیں کہ ان کا قحط سالی سے چھٹکارہ ہو جائے۔ آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے کشادگی کی صورت پیدا فرمادی۔ (۲/۲۵۸ الحاوی)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ

ا: اللہ کا نبی اپنی قبر انور میں زندہ ہوتا ہے۔

ب: بعد وفات اللہ کا نبی خدا کی عطا سے مشکل کشا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی دعا سے اہل مصر کی مشکل حل ہو گئی۔

ج: اللہ تعالیٰ کے نبی کی قبر کی طرف قصداً سفر کرنا سنت اولیاء ہے۔

د: اللہ کے نبی سیف زبان ہوتے ہیں وہ جیسے چاہتے ہیں خدا ان کی خواہش کے مطابق ان کا کام کر دیتا ہے۔ وہ خدا کی مانتے ہیں خدا ان کی مانتا ہے۔

مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ معراج کی رات مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوسٰی فَاِذَا هُوَ قَائِم" يُصَلِّىْ فِىْ قَبْرِهٖ یعنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

ا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

ب: اللہ کے نبی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

ج: جو اللہ کا نبی منوں مٹی کے نیچے قبر میں دیکھ سکتا ہے اور صاحب قبر کو پہچان سکتا ہے وہ اپنی قبر سے عالم دنیا والوں کو دیکھ بھی سکتا ہے اور پہچان بھی سکتا ہے۔

د: قبر بظاہر ایسی بنائی جاتی ہے کہ اس میں انسان کھڑا نہیں ہو سکتا لیکن خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کیلئے اس قبر میں وسعت پیدا فرما دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض پہنچا رہے ہیں جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات بخشتی ہے اسی طرح تمام موجودات عالم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور کیلئے شاخ کا حکم رکھتا ہے جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیوض و برکات اور حیات حاصل کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام عالم کے ہر ذرہ کی طرف توجہ فرما کر اسے اس کے حسب حال فیض رسانی فرماتے ہیں اگر درخت کی جڑ زندہ نہ ہو تو پورا درخت مردہ ہو جاتا ہے اور اگر حضور علیہ السلام زندہ نہ ہو تو کائنات میں زندگی کے آثار نظر نہ آئیں۔

قرآن مجید کا اصول ہے کہ ادنیٰ کی تصریح کے بعد اعلیٰ کا ذکر اہل فہم کیلئے چھوڑ دیتا ہے کیونکہ قرآن مجید کو اذکیا ہی سمجھتے ہیں قرآن بدفہم لوگوں کیلئے نہیں آیا ہاں کم فہم لوگ

اذکیا کے طفیلی ہیں مثلاً شہداء کیلئے فرمایا گیا بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی تصریح نہیں فرمائی۔ اب اذکیا نے تو مان لیا کہ وہ بطریق اولیٰ زندہ یں لیکن بدفہم لوگ تاحال اس چکر میں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح نہیں آئی اس لئے ہم نہیں مانتے۔

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلَ الشَّیْطَانَ بِیْ

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔

اب سنئے کن کن خوش نصیب لوگوں کو جاگتے ہوئی نبی کریم علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے۔

۱ : حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: (۱) آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا بیٹا وعظ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے کہا میں ایک عجمی آدمی ہوں۔ بغداد کے فصیح و بلیغ لوگوں کے سامنے کیسے وعظ کروں۔ آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ کرو اور ان کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ غوث پاک فرماتے ہیں میں نے نماز ظہر ادا کی اور بیٹھ گیا۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے میں نے مجلس میں دیکھا کہ میرے قریب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہیں اور مجھے فرمایا بیٹا کیا بات ہے وعظ کیوں نہیں کہتے۔ میں نے ان کے سامنے بھی یہی عذا پیش کیا تو انہوں نے بھی فرمایا اپنا کھولو میں نے اپنا منہ کھولا تو انہوں نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ میں نے عرض کی آپ نے سات مرتبہ مکمل کیوں نہ کیا فرمایا نبی کریم کے ادب کی وجہ سے۔

(۲۵۹/۲ الحاوی، ۲۵ بہجۃ الاسرار)

لعاب اپنا چٹایا احمد مختار نے ان کو — تو پھر کیسے نہ ہوتا بول بالا غوث اعظم کا

(۲) سید کبیر المعروف بہ شیخ بقاء کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ سیدنا غوث اعظم کی مجلس میں وعظ سن رہا تھا اچانک آپ نے سلسلہ کلام ختم کیا اور منبر سے زمین پر آ گئے۔ پھر منبر کے دوسرے درجے پر جا بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ پہلا زینہ اتنا وسیع ہو گیا کہ حد نگاہ تک پھیل گیا۔ اس پر ریشمی فرش بچھ گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی ساتھ ہی بیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور غوث اعظم کے دل پر تجلی ڈالی آپ جھکے اور قریب تھا کہ آپ زمین پر گر پڑتے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہارا دیا پھر آپ سمٹنے لگے یہاں تک کہ آپ کا وجود چڑیاں کی طرح چھوٹا ہو گیا چند لمحوں کے بعد یہ وجود بڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ ایک ہیبت ناک صورت اختیار کر گیا۔ پھر یہ سب کچھ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

پھر شیخ بقاء سے غوث اعظم کے چھوٹا اور بڑا ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ پہلی تجلی تو ایسی تھی کہ اس کے ظہور کے وقت کوئی شخص قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ تائید نبوی حاصل نہ ہو۔ اگر نبی کریم سہارا نہ دیتے تو آپ گر جاتے۔ دوسری تجلی جلالی تھی جس سے آپ چھوٹے ہو گئے اور تیسری تجلی جمالی تھی جس سے آپ بڑھ گئے۔

(۳۷ نزہتہ الاخاطر الفاتر)

(۳) شیخ ابوالعباس نے کہا کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوا وہاں اس وقت تقریباً دس ہزار کا مجمع تھا۔ ان میں حضرت علی بن ہیتی موجود تھے۔ وعظ سنتے ہوئے ان پر نیند کا غلبہ ہوا۔ محبوب سبحانی نے تمام سامعین سے فرمایا چپ رہو سب لوگ خاموش ہو گئے اور صرف سانس ہی سنائی دیتا تھا۔ حضرت غوث اعظم کرسی سے اتر کر شیخ علی بن ہیتی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور غور سے ان کی طرف دیکھنے لگے اس کے بعد شیخ علی بن ہیتی بیدار ہو گئے۔ محبوب سبحانی نے ان سے کہا کیا آپ نے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے فرمایا جی ہاں محبوب سبحانی نے فرمایا میں اس وقت منبر سے ادب کیلئے اتر آیا تھا پھر پوچھا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں کیا نصیحت کی انہوں نے فرمایا آپ کی رفاقت کی پھر شیخ علی بن ہیتی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا آپ نے بیداری میں دیکھا۔ (۲۶ بہجۃ الاسرار، مدارج النبوت)

ان واقعات سے پتہ چلا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھا اور یہ نبی کریم کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

ب: شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی: یہ حضور غوث اعظم کے ہمعصر تھے ان کے اکثر افعال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتے تھے۔ بیداری میں یا خواب میں۔ ان کو ایک رات میں سترہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے ایک مرتبہ زیارت کراتے وقت فرمایا کہ اے خلیفہ میری بار بار زیارت سے تنگ نہ ہونا (یہ تیری خوش قسمتی ہے) ورنہ کئی اولیاء اللہ اپنی زندگی میں دیدار کی حسرت لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور ان کو دیدار میسر نہ ہوا پھر جب خلیفہ کی موت کا وقت آیا تو کلمہ شہادت پڑھ کر ہشاش بشاش چہرے سے فرمایا۔

هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ يُبَشِّرُوْنِىْ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَصَلَوٰاتِهٖ (۲/۲۵۹ الحاوی) (۲۰۳ بہجۃ الاسرار)

ترجمہ: یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ میرے سامنے موجود ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رحمت کی خوشخبری دے رہے ہیں۔

ج: حضرت شیخ ابوالعباس المرسی نے فرمایا

لَوْ حُجِبَ عَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۲/۲۶۰ الحاوی)

ترجمہ: اگر ایک آنکھ جھپکنے کے برابر رسول پاک میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان ہی نہ سمجھوں۔ نیز آپ سے ایک آدمی نے کہا آپ مختلف شہروں میں گئے ہیں اور آپ بہت سے مردان خدا سے

ملاقات کی۔ ان سے مصافحہ بھی کیا ہو گا۔ اب آپ میرے ساتھ مصافحہ کریں۔ آپ نے فرمایا

وَاللهِ مَاصَافَحْتُ بِكَفِي هٰذِهِ اِلَّا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ (۲/۲۵۹ الحاوی)

ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اس ہاتھ سے جب بھی مصافحہ کیا تو رسول کریم ہی سے کیا ہے۔

د: امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا میں نے ستر دفعہ سے زیادہ بیداری میں حضور کی زیارت کی ہے۔ میں نے ایک دفعہ عرض کی کیا میں اہل جنت سے ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا ہاں پھر میں نے عرض کی کیا کسی قسم کا عذاب مجھ پر نہ ہو گا فرمایا ہاں شیخ عطیہ کہتے ہیں۔ میں نے امام جلال الدین سیوطی سے عرض کی۔ ایک ضروری کام کیلئے میرے ساتھ سلطان غوری کے پاس چلیں اور سفارش فرما دیں تو انہوں نے فرمایا اے عطیہ مجھے بیداری میں حضور کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ غوری کی ملاقات مجھے اس سے محروم نہ کردے۔ (۱/۱۳۳ الیواقیت والجواہر)

ن: علامہ عبدالوہاب شعرانی نے بیداری میں اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بخاری شریف پڑھی ہے۔ (۴۶ نجم الہدیٰ)

و: حضرت سید عبداللہ ایک مرتبہ جنگل میں ایک مسجد میں اپنے استاد کے ساتھ قرآن کا دور کر رہے تھے۔ حافظ سید عبداللہ قرآن سن رہے تھے اور ان کے استاد قاری صاحب آنکھیں بند کر کے قرآن پڑھ رہے تھے اچانک کچھ سبز پوش عربی شکل وصورت کے لوگ ظاہر ہوئے۔ ان کا سردار مسجد کے قریب کھڑے ہو کر قاری صاحب کی قرأت سننے لگا اور فرمایا بارک ادیت حق القرآن اللہ برکت دے تو نے قرآن کا حق ادا کر دیا اور پھر وہ لوگ واپس چلے گئے جب سورت ختم ہوئی تو انہوں نے حافظ سید عبداللہ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے کہ ان کی ہیبت سے میرے دل پر لرزہ طاری ہو گیا لیکن قرآن کے ادب کی وجہ سے میں اٹھ نہ سکا۔ حافظ سید عبداللہ نے کہا وہ لوگ اس قسم کی وضع کے تھے جب ان کا

سردار آیا تو میں ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا۔ اسی اثنا میں ان کی طرح اور وضع کا ایک اور آدمی آیا اور کہنے کل میں نبی کریم کے صحابہ کے ساتھ آپ کی مجلس میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کل ہم فلاں جنگل کی مسجد میں فلاں قاری صاحب کا قرآن سننے جائیں گے کیا نبی کریم صحابہ کے ساتھ تشریف لائے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو اب کہاں گئے ہیں۔ قاری صاحب اور حافظ سید عبداللہ نے دیکھا کہ دائیں بائیں کوئی نظر نہ آیا مدت تک اس جنگل سے خوشبو آتی رہی۔ (۱۶ انفاس العارفین)

ی: جب حضرت عثمان غنی کو باغیوں نے اپنے محاصرے میں لے لیا تو ان کو میٹھا پانی نہ پہنچنے دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں میں عثمان غنی کو سلام کرنے کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے فرمایا مرحبا میرے بھائی کو میں نے اس کھڑکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے مجھے فرمایا اے عثمان! تجھے محصور کر دیا گیا ہے میں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا انہوں نے تجھے پیاسا رکھا میں نے عرض کی جی ہاں! مجھے آپ نے پانی کا ایک ڈول دیا میں نے سیر ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان باغیوں کے خلاف تیری مدد کروں اور اگر تو پسند کرے تو تو ہمارے ہاں روزہ افطار کر لینا۔ میں نے آپ کے ہاں افطاری پسند کی اسی دن آپ قتل کر دیئے گئے۔

(۲/۶-۳۳ سنن سعید بن منصور، ۲/۲۶۲، الحاوی، ۷/۱۸۲ البدایہ)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ

الف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے حالات سے باخبر ہیں جیسے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی سے فرمایا تجھے محصور کر دیا گیا تیرا پانی بند کر دیا گیا۔

ب: آپ وفات کے بعد بھی مدد کر سکتے ہیں جیسے کہ عثمان غنی سے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری مدد کی جائے۔

ج: ہمارے نبی کریم مشکل کشا ہے۔ حضرت عثمان غنی کا پانی بند کر دیا گیا آپ پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشانی اور مشکل میں مبتلا تھے۔ نبی کریم نے ان کو پانی کا ڈول

دے کر ان کی مشکل کشائی فرمائی۔

یا خدایا مصطفیٰ مشکل میں دونوں نام لو
حاجتیں بر آئیں گی تاثیر ہے دونوں کی ایک

ان تمام مذکورہ واقعات سے ثابت ہوا کہ کچھ خوش قسمت انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو جاگتے ہوئے بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اولیاء کرام ہوتے ہیں جو ولایت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ شریعت و طریقت کے جامع ہوتے ہیں ان کو معرفت اور حقیقت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ

الف: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ بیداری میں زیارت زندہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

ب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ آپ جس جگہ چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

بیداری میں حضور کی زیارت کی وجوہات

وجہ اوّل: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے سراجا منیرا کہا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے بے شک ہم نے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بشارت دینے والا ڈر سنانے والا اور اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر اور روشنی دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

سورج کو بھی خدا تعالیٰ نے سراج فرمایا ہے۔ اللہ فرماتا ہے وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور سورج کو سراج بنایا۔ ثابت ہوا کہ سورج آسمان دنیا کا آفتاب ہے اور حضور آسمان نبوت کے آفتاب ہیں۔ آسمان دنیا کے آفتاب سے کوئی چیز کسی ملک میں پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ اسی طرح آسمان نبوت کے

آفتاب حضرت محمد مصطفیٰ سے بھی کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو بیت المقدس میں بھی دیکھا۔ یہاں تمام انبیاء نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ پھر ان سے جدا ہو کر آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تو پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ دوسرے پر حضرت عیسیٰؑ تیسرے پر حضرت یوسفؑ چوتھے پر حضرت ادریسؑ پانچویں پر حضرت ہارونؑ چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم کو دیکھا پھر اگر حضرت موسیٰ کیلئے یہ مرتبہ ہے تو ہمارے نبی کریم کیلئے اپنے مزار پاک میں رہ کر ہر جگہ موجود ہونا زیادہ لائق اور اولیٰ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ آن واحد میں عالم دنیا یعنی بیت المقدس عالم برزخ یعنی قبر عالم آخرت چھٹے آسمان پر موجود ہو سکتے ہیں تو پھر حبیب اللہ کا کیا کمال ہو گا۔ آپ بھی ان واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں اور لوگ آپ کے دیدار سے مشرف ہو سکتے ہیں۔

وجہ دوم: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس نکیرین آ کر یہ سوال کرتے ہیں ما کنت تقول فی هذا الرجل یعنی مرنے والے کو قبر میں حضور کی زیارت ہوتی ہے۔ قبر میں حضور ہر مدفون کے سامنے جسم اور روح کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور دنیا میں ہزاروں جگہوں پر لوگ دفن ہوتے ہیں اور آپ ہر ایک کی قبر میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

وجہ سوم: فرشتے اپنی حالت اصلی سے زندہ ہیں اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے لیکن ہمیں نظر نہیں آتا۔ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی بندہ خدا آپ کے دیدار سے مشرف ہو تو تمام حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کو دیکھ لیتا ہے چنانچہ شیخ ابو العباس طنجی فرماتے ہیں کہ میں سید احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے سلوک کی تعلیم دیں۔ انہوں نے فرمایا میں تیرا شیخ نہیں تیرا شیخ عبدالرحیم ہے۔ جو قنا میں رہتا ہے میں نے قنا کی طرف سفر کیا اور شیخ عبدالرحیم کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کیا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حاصل ہے میں نے عرض کی نہیں۔ انہوں نے فرمایا بیت المقدس کی طرف جاؤ۔ تجھے رسول کریم کی معرفت حاصل ہو جائے گی جونہی میں نے سرزمین بیت المقدس میں قدم رکھا میں نے دیکھا کہ زمین وآسمان اور عرش وکرسی رسول اکرم کی ذات سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں واپس شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دریافت کیا کیا تجھے رسول پاک کی معرفت حاصل ہوگئی میں نے عرض کی ہاں فرمایا اب تمہاری طریقت مکمل ہو گئی۔ پھر فرمایا کوئی قطب قطب کوئی اوتاد اوتاد اور کوئی ابدال ابدال اور کوئی ولی کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے رسول اکرم کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔ (۲/۲۶۰ الحاوی)

یہ کیفیت بھی بارہا مجھ پر گزر گئی
تھا جلوہ حضور جہاں تک نظر گئی

وجہ چہارم: آپ کا جسم مبارک ایسا عظیم اور وسیع ہو جائے کہ ہر دیکھنے والا آپ کی زیارت سے بخوبی مشرف ہو سکے علامہ نبھانی نے لکھا ہے۔

ان جسده الشريف لايخلو امنه زمان ولامكان ولامحل ولاامكان ولاعرش ولالوح ولاكرسی ولاقلم ولابرولابحر ولاسهل ولاوعر ولاهرزخ ولاقبر (۲/۱۱۵ جواہر البحار)

ترجمہ: بے شک آپ کے وجود پاک سے کوئی زمانہ مکان محل عرش لوح کرسی قلم خشکی وتری میدان اور پہاڑ اور برزخ اور قبر خالی نہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

وجہ پنجم: اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عالم علوی اور سفلی کو ایسے کر دے جیسے تمام دنیا عزرائیل کے سامنے چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے لکھا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص منتہائے مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا منتھائے مغرب میں اور دونوں کی موت کا وقت ایک ہی مقرر ہے۔ پس

آپ بیک وقت ان دونوں کی روح کو کیسے قبض کریں گے۔ حضرت عزرائیل نے جواب دیا کہ سب دنیا جمیع اطراف ساتھ میرے سامنے لپیٹ دی گئی ہے۔ وہ میرے سامنے ایسے موجود رہتی ہے جیسے کھانے والے کے سامنے پیالہ میں جب چاہتا ہوں اس سے تناول کر لیتا ہوں یعنی جب کسی کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی روح قبض کر لیتا ہوں اور مجھے اس میں کسی قسم کی دقت محسوس نہیں ہوتی جیسے کھانے والے کے سامنے کھانا موجود ہو تو اسے کھانا کھانے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی جتنا چاہے کھا سکتا ہے۔ (جواہر البحار ۴۸۷)

ملک الموت ہمارے نبی کریم کے امتی ہیں۔ حضور نے فرمایا ارسلت الی الخلق کافة حضور ساری مخلوق کے رسول ہیں اور ملک الموت بھی مخلوق ہے لہٰذا حضور اس کے بھی رسول ہیں یا یوں کہو کہ وہ حضور کا امتی ہے جب امتی کے سامنے ساری زمین پیالے کی طرح ہے تو پھر نبی کے سامنے کیسی ہوگی۔

وجہ ششم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند ہیں دلائل ملاحظہ ہوں۔

ا : ہجرت کے قریب حضرت صدیق اکبر نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند اتر کر مکہ میں آیا اور اس کی روشنی سے تمام دشت و بیابان روشن ہو گئے۔ بعد ازاں چاند آسمان کی طرف واپس چلا گیا اور پھر مدینہ میں اترا اور بہت سے ستارے بھی اس کے ساتھ متحرک ہوئے۔ اس کے بعد چاند نے پھر مکہ کی طرف رجوع کیا اور بجز تین سو ساٹھ گھروں کے زمین مدینہ اسی طرح روشن رہی اور چاند کے آنے سے زمین حرم پھر روشن ہو گئی اور آخر میں پھر وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور حضرت عائشہ کے مکان میں شگاف زمین میں پوشیدہ ہو گیا اور بعینہٖ خارج میں بھی اسی طرح واقع ہوا کہ پہلے حضور نے اعلان نبوت مکہ میں فرمایا پھر مدینہ کی طرف صحابہ کے ساتھ ہجرت کی۔ پھر فتح مکہ کیلئے مکہ آئے۔ پھر مدینہ چلے اور وفات پا کر حضرت عائشہ کے حجرہ میں خواب استراحت میں جلوہ فرما ہوئے۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۳۹)

ب: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو

میرے حجرے میں آئے جب نبی کریم نے وفات پائی اور آپ میرے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے ان تین چاندوں میں سے ایک اور بہتر چاند آپ تھے۔ (۳۹/۲ ازالۃ الخفاء)

ج: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ پہلے سکران بن عمرو برادر سہیل بن عمرو کی بیوی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے تشریف لائے۔ حتیٰ کہ آپ نے سودہ کی گردن پر پاؤں رکھا اس نے اس خواب کی خبر اپنے خاوند کو دی۔ اس نے کہا اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرے گی پھر ایک اور رات اس نے خواب دیکھا کہ آسمان سے اس پر چاند گرا اور وہ لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے پھر اپنے خاوند کو یہ خواب بتایا اس نے کہا اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں چند دن کا مہمان ہوں میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد شادی کرے گی۔ سکران اسی دن بیمار ہو گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہو گیا اور حضرت سودہ نے رسول خدا سے شادی کر لی۔

(طبقات ابن سعد ۵۶۷ حجۃ اللہ علی العالمین)

د: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے علاقے میں نبی کریم کے آنے سے تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند آیا اور میری آغوش میں آ گیا۔ میں نے یہ خواب کسی کو بتانا مناسب نہ سمجھا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہم قیدی بنا لئے گئے۔ میں نے اپنا خواب رسول کریم کی بارگاہ میں بیان کیا۔ انہوں نے مجھے آزاد کر کے میرے ساتھ نکاح کر لیا۔

(۵۰/۴ دلائل النبوت ۵۶۷ حجۃ اللہ علی العالمین)

ن: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کی آنکھ میں ایک سبز نشان دیکھا۔ فرمایا یہ سبز نشان کیسا ہے کہا میرے سابق شوہر ابن ابی حقیق کی گود میں میرا سر تھا اور میں خواب میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ میری آغوش میں چاند آ گیا۔ میں نے اپنے خاوند کو اس کی خبر دی اس نے مجھے طمانچہ مارا اور کہا

کیا مدینے کے بادشاہ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا رکھتی ہے۔

(۲۳۲/۴ دلائل النبوت، ۵۶۷ حجۃ اللہ علی العالمین)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول خدا چاند ہیں تو اب سنئے کہ چاند کو مشرق و مغرب کی دنیا بیک وقت یکساں دیکھتی ہے اور اس کی روشنی نے تمام دنیا کو منور کر رکھا ہوتا ہے اور ہر ملک کے باشندے اسے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم کو بھی یہی حیثیت عطا فرمائی ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں لہٰذا آپ بھی ہر جگہ سے خوش نصیب لوگوں کو اپنا دیدار کراتے ہیں۔

وجہ ہفتم: وصال کے بعد حضرات انبیاء علیہم السلام کی حالت ملائکہ جیسی ہو جاتی ہے اور ان کا مزاج ان کی طرح ہو جاتا ہے۔ فرشتے آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ وفات کے بعد یہی حال نبیوں کا ہو جاتا ہے مثلاً معراج کی رات حضرت آدم علیہ السلام نے ذرا سے عرصہ میں ایک ہزار سال کا راستہ طے کر لیا اور حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے دو ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ اسی طرح حضرت یوسف نے تین ہزار سال، حضرت ادریس نے چار ہزار سال، حضرت ہارون نے پانچ ہزار سال، حضرت موسیٰ نے چھ ہزار سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات ہزار سال کا راستہ طے کر لیا تو اگر حضور علیہ السلام تھوڑی سی دیر میں زمین و آسمان کی سیر کر لیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ مصطفیٰ تمام انبیاء سے فائق اور بالا ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضور کو خدا کی طرف سے یہ اختیار ہے کہ سرعت سیر کی صورت میں اپنے غلاموں اور مشتاقوں کو اپنا دیدار کرائیں۔

گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سورج آسمان کا آفتاب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان نبوت کے آفتاب ہیں۔ آسمان دنیا کے آفتاب کی سرعت سیر کے بارے میں حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول پاک نے جبرئیل سے دریافت فرمایا کہ کیا آفتاب ڈھل گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں پھر فوراً کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ کیا جواب ہوا۔ انہوں نے کہا جب میں نے نہیں کہا اس وقت نہ ڈھلا تھا جب ہاں کہا ڈھل گیا تھا اور اتنی دیر میں آفتاب نے اپنی مدار پر ایک لاکھ پچاس میل کا فاصلہ طے

کرلیا تھا۔ (۵۰۴ غنیۃ الطالبین)

مقام غور ہے کہ آفتاب جو ہماری نبی کریم کے نور سے بنا ہے اس کی سرعت سیر کا یہ عالم ہے کہ آن میں ایک لاکھ پچاس ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے تو آفتاب نبوت کی سرعت سیر کا کیا کمال ہوگا۔

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

وجہ ہشتم:

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا بے شک ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا اور شَھِدَ یَشْھَدُ کا ایک معنی حاضر و ناظر ہونا بھی ہے۔ قرآنی دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱: خدا فرماتا ہے جب کنوارہ لڑکا اور کنواری لڑکی آپس میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھیں تو دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور جن ان کو یہ سزا دی جائے تو

وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ: اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

دلیل نمبر ۲: جب بلقیس کے پاس حضرت سلیمان کا خط پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں کو بلایا اور

قَالَتْ یٰاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْ اَمْرِیْ مَا کُنْتُ قَاطِعَۃً اَمْرًا حَتّٰی تَشْھَدُوْنَ

ترجمہ: بولی اے سرداروں میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔

دلیل نمبر ۳: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰئِکَۃَ اِنَاثًا وَّھُمْ شَاھِدُوْنَ

ترجمہ: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔

دلیل نمبر ۴: خدا تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ مخزوی کے بارے میں فرمایا۔

وَّجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَبَنِیْنَ شُھُوْدًا

اور میں نے اسے وسیع مال دیا اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔

دلیل نمبر ۵: خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَدَاؤدَ وَسُلَیمَانَ اِذْ یَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ اِذ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شَاهِدِیْنَ

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے۔

ان براہین قاطعہ سے ثابت ہوا کہ شاہد کے معنی ہیں موجود ہونا حاضر ہونا چونکہ حضور شاہد ہیں لہٰذا حضور حاضر و ناظر ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ آپ کہاں کہاں موجود و حاضر ہیں تفسیر جمل بیضاوی اور جلالین وغیرہ میں ہے کہ

اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْهِمْ

ترجمہ: ہم نے تمہیں ان سب پر حاضر و ناظر بنا کر بھیجا جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساری مخلوق کے رسول ہیں حدیث میں ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ آپ ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں تمام مخلوق کو دیکھ رہے ہیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور کاملین اولیاء کرام کو آپ کے جلوے ہر جگہ نظر آتے ہیں لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اولیاء کرام بھی بعد وفات زندہ ہوتے ہیں

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَایَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ: خبردار بے شک اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتی ہے۔ یہی بات دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ مکی نے شمائم امدادیہ میں لکھی ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک صحابی

نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن اس کو اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اس میں سورہ ملک پڑھنے کی آواز آ رہی ہے۔ جب وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورہ ملک اپنے پڑھنے والے کو عذاب سے نجات دینے والی ہے۔

یہ تو عہد رسالت کا واقعہ تھا اب دور صحابہ کا واقعہ سنیئے:

حضرت امیر معاویہ کے دور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں احد کا قبرستان تھا۔ مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہاں ایک شہید دفن تھا تو وہ پھاوڑا اس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہو گیا۔ یہ ہے قبر میں حیات جسمانی کی دلیل۔ (۲۰۳ جذب القلوب)

زمانہء تابعین کا ایک واقعہ

حضرت ثابت بنانی چالیس سال حضرت انس بن مالک کی خدمت میں رہے ہیں۔ ایک دن اور ایک رات میں قرآن ختم کرتے تھے اور صائم الدہر تھے۔ پچاس سال تک رات کو سوئے نہیں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کو لحد میں اتارا گیا جب کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک گر گئی۔ جب اینٹ درست کرنے کیلئے ایک آدمی جھکا تو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں وہ ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔ (۹ کشف النور)

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازے کی نماز میں اس غرض سے شامل ہو گیا تا کہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اٹھی سبحان اللہ ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن اتارتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے میری اور ان تمام لوگوں کی مغفرت فرمادی جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی ان میں شریک تھا۔ یہ سن کر اس نے فوراً قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔ (۲۰۵ شرح الصدور، شعب الایمان)

ایک بزرگ عبدالصمد خاں صاحب ایک مولوی صاحب سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ قضارا مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کو سخت غم ہوا کہ ایسے شفیق استاد کہاں ملیں گے جب ان کو غسل دے کر کفن پہنایا تو فرماتے ہیں کہ میں خوشبو لینے ان کے حجرے میں آیا دیکھا کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں۔ میں نے کہا جنازہ تو باہر ہے اور آپ یہاں فرمایا تمہارا غم گوارا نہ ہوا تسلی رکھو۔ ہر روز ملاقات ہوا کرے گی لیکن یہ راز فاش نہ کرنا چلو اب جنازہ پڑھو۔ ہم دوسروں کی نظروں سے غائب رہیں گے۔ چنانچہ وہ دفن میں میرے ساتھ رہے۔ قبرستان سے واپس ہوئے وہ ساتھ تھے میں نے کہا نکیرین کو کون جواب دے گا کہا یہ بات نہ پوچھو دو گھڑی بعد سلام کر کے چلے گئے۔ بعد میں ہر روز صبح کے وقت ملنے آتے ایک رات میں نے حجرے کے سوراخ میں پیشاب کر دیا صبح کو آئے تو کہا تمہارے حجرے سے بدبو آتی ہے اب ہم کبھی نہیں آئیں گے۔ ہر چند معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آئے۔ (۹۵ تذکرہ غوثیہ)

کون کہتا ہے کہ ولی مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

اعتراض

اگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی حقیقی اور جسمانی ہے تو اس کے لوازمات کا پایا جانا بھی ضروری ہے قاعدہ ہے **اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ** جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے جسمانی اور حقیقی زندگی کے لوازمات بالکل ثابت نہیں نہ وہ جسمانی غذا کھاتے ہیں نہ ہوا میں سانس لیتے ہیں، نہ پانی پیتے ہیں، نہ ان کے بدن میں حرکت ہوتی ہے، نہ کسی قسم کا جسمانی فعل ان سے سرزد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حقیقی اور جسمانی

حیات کیسے تسلیم کی جائے؟

جواب

ہم انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی اور جسمانی مانتے ہیں لیکن برزخی نہ کہ دنیاوی اور حیات حقیقی جسمانی کے لوازمات ہر عالم میں یکساں نہیں ہوتے۔ عالم کے بدل جانے سے لوازمات کی نوعیت بدل جاتی ہے مثلاً

بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بھی وہ زندہ ہوتا ہے لیکن دونوں حالتون میں لوازمات حیات یکساں نہیں باوجودیکہ حیات ہر حال میں یکساں ہے۔ پس اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات کو بھی سمجھ لیجئے کہ وہ قبل از وفات اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں حقیقی جسمانی ہے لیکن دنیا میں اور برزخ میں لوازمات حیات یکساں نہیں۔ عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام رزق دیئے جاتے ہیں' کھاتے پیتے ہیں' فرحت و سرور پاتے ہیں۔ حدیث ہے فنبی اللہ حیی یرزق اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے علی ھذا القیاس تمام لوازمات حیات حقیقی انہیں حاصل ہیں لیکن ان کی نوعت اسی طرح بدلی ہوئی ہے جس طرح پیدا ہونے والے بچے کے لوازمات حیات کی نوعت ماں کے پیٹ میں اور پیدائش کے بعد اس عالم میں بدلی ہوئی ہے۔

اس سے بھی روشن مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی ہے کہ وہ بالاتفاق اور بالاجماع اب تک آسمانوں پر زندہ ہیں اور اسی حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جو انہیں دنیا میں حاصل تھی لیکن ظاہر ہے کہ آسمانوں میں ان کیلئے وہ لوازمات حیات نہیں پائے جاتے جو اس عالم میں حاصل تھے مثلاً دنیاوی غذا کھانا' پانی پینا' دنیاوی لباس پہننا۔
جب عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اس عالم دنیا کے لوازمات کے بغیر آسمانوں پر حیات حقیقی جسمانی حاصل ہے تو دیگر انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کو عالم برزخ میں لوازمات دینویہ کے بغیر جسمانی حقیقی حیات کیوں حاصل نہیں؟

اعتراض

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّکَ مَیِّت" وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ تجھ پر بھی وفات طاری ہونے والی ہے اور وہ بھی مرنے ولے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی موت عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کو وفات کے بعد کسی قسم کا علم اور ادراک نہیں ہوتا یہی ان کی موت ہے۔

جواب:

نبی کی موت عوام کی موت سے مختلف ہوتی ہے اس لئے موت کا حکم لگانے میں اِنَّکَ مَیِّت" الگ فرمایا گیا اور اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ علیحدہ ارشاد ہوا تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ رسول اللہ کی موت دوسروں کی موت سے الگ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت اور ہماری موت میں فرق

نمبر ۱: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا کہ حضور دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے صحابہ کرام کے مجمع عام میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ فَاخْتَارَ ذَالِکَ الْعَبْدُ مَاعِنْدَاللّٰہِ

(۲۲/۳۲۸ طبرانی کبیر) (۱۴/۵۵۹ مصنف ابن ابی شیبہ) (۳۸ تاریخ الخلفاء)

ترجمہ: بے شک ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا ہے پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اس ارشاد کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے صحابہ نے آپ کے رونے پر تعجب کیا بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو اب صحابہ سمجھے کہ صدیق اکبر ہم سب سے زیادہ عالم تھے کہ وہ آپ کے ارشاد کو سن کر اس لئے روئے کہ اس بندے سے مراد خود حضور کی ذات تھی۔

اک تگا در عشق ترے دا دوجی بری جدائی

دور وسیندیا سجناں مینوں سخت مصیبت پائی

لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں بلکہ موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام مویھبۃ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت رسول خدا نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنت البقیع والوں کی مغفرت کی دعا مانگوں تم میرے ساتھ چلو میں آدھی رات کے وقت آپ کے ساتھ گیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا السلام علیکم یا اہل المقابر پھر مجھے کہا اے مویھبۃ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں یہ خزانے میرے پاس رہیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے　　　　محبوب کیا مالک و مختار بنایا

پھر ان خزانوں اور خدا کی ملاقات میں مجھے اختیار دیا گیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ہمیشگی کے ساتھ خزانوں کی کنجیاں اور بعد میں جنت لے لیتے۔ آپ نے فرمایا اے مویھبۃ ایسا نہیں میں نے خدا کی ملاقات کو پسند کیا۔ پھر آپ نے اہل بقیع کیلئے دعائے مغفرت فرمائی اور واپس آ گئے اور بعد میں رسول خدا اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس میں آپ نے وفات پائی۔ (۳۰ سنن دارمی)

نمبر۲: غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہی کپڑوں میں غسل دیا گیا جن میں آپ نے وصال فرمایا چنانچہ

جب حضور کو غسل دیا جانے لگا تو صحابہ نے کہا کہ حضور کے کپڑے اتار کر غسل دیں یا کپڑوں سمیت جب اختلاف ہوا تو خدا نے سب پر نیند طاری کر دی حتیٰ کے ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں پر آ گئیں۔ پھر گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ حضور کو کپڑوں سمیت غسل دو لیکن آواز والا نظر نہ آتا تھا پھر صحابہ کرام نے آپ کو کپڑوں سمیت غسل دیا۔ (۷/۲۴۲ دلائل النبوت) (۱۴/۵۵۸ مصنف ابن ابی شیبہ)

نمبر۳: ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو کوئی آدمی بھی اس کو غسل دے سکتا ہے

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا قَالَ رِجَالُ اَھْلِ بَیْتِیْ فرمایا میرے اہل بیت کے لوگ۔ (۸/۲۶۹ زُرقانی)

چنانچہ آپ کو حضرت علی، حضرت عباس اور فضل بن عباس نے غسل دیا۔
(۸/۲۸۹ زُرقانی)

حضرت قُثَم بن عباس، اسامہ بن زید اور شُقران آنکھوں پر پٹی باندھ کر پردے کے پیچھے سے پانی دیتے جاتے تھے کیونکہ حضور نے فرمایا جو میرے ستر کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا اور حضرت علی سے فرمایا تو ایسا نہیں کرے گا اس لئے حضرت علی نے آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی۔ (۸/۲۸۹ زُرقانی)

حضور کو تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ ایک مرتبہ سادہ پانی سے دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے تیسری مرتبہ کافور اور پانی سے۔ (۸/۲۸۹ زُرقانی)

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب غسل دیتے وقت ہم آپ کے کسی عضو کو اٹھانا چاہتے تھے تو وہ خود بخود اٹھا جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ گویا حضور نے فرمایا اے علی! پانی تم ڈالتے جاؤ پہلو میں خود بدلتا جاؤں گا۔ (۲/۲۰۷ خصائص کبریٰ) (۷/۲۴۴ دلائل النبوت)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

نمبر۴: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ تندرسی کی حالت میں حضور نے فرمایا نبی کی روح قبض نہیں ہوتی جب تک اپنا جنتی ٹھکانہ نہ دیکھے جب حضور پر موت کے آثار نظر ہوئے۔ حضور پر غشی طاری ہوئی جب ذرا افاقہ ہوا تو آپ چھت کو دیکھنے لگے اور آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی میں سمجھ گئی کہ حضور نے سچ فرمایا کہ نبی کی روح قبض ہونے سے پہلے اپنا جنتی ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔ (۳/۹۶ بخاری، ۷/۲۰۸ دلائل النبوت)

لیکن عامۃ الناس کی یہ کیفیت نہیں کہ وہ مرنے سے پہلے اپنا ٹھکانا دیکھ لے۔

نمبر۵: عام لوگوں کو وفات کے بعد جہاں چاہیں دفن کر دیا جاتا ہے جبکہ نبی کیلئے یہ حکم نہیں۔ جب حضور کے دفن کی باری آئی تو صحابہ میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا مسجد

میں دفن کیا جائے۔ بعض نے جنت البقیع کا مشورہ دیا لیکن صدیق اکبر نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: مَاقُبِضَ نَبِی "اِلَّا دُفِنَ حَیۡثُ قُبِضَ جہاں نبی کی روح قبض ہوتی ہے وہیں اسے دفن کیا جاتا ہے۔ پس رسول پاک کا بستر اٹھایا گیا اور وہیں آپ کی قبر تیار کی گئی۔ (۱۱۱۷ ابن ماجہ، ۱۴/۵۵۳ مصنف ابن ابی شیبہ)

نمبر۶: ہماری موت کے بعد جلد دفن کرنے کا تاکیدی حکم ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانے میں پورے دو دن کے بعد قبر انور میں دفن کیا گیا۔ (۵/۱۵۶ طبرانی اوسط)

نمبر۷: ہماری وفات پر وقت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا لیکن حضور کی وفات پر مدینہ میں تاریکی ہوگئی۔ (۷/۲۶۵ دلائل النبوت، ۱۱۱۷ ابن ماجہ)

نمبر۸: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جس دن حضور نے وفات پائی میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا۔ کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی حالانکہ میں کھانا کھاتی، وضو کرتی تھی لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو زائل نہیں ہوئی۔ (۲/۱۵۷ خصائص کبریٰ)

نمبر۹: میت کو غسل دیتے وقت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تاکہ اگر کوئی غلاظت وغیرہ ہو تو باہر نکل جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بعد میں غلاظت وغیرہ سے کفن خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ حضور کو غسل دیتے وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیٹ پر پھیرا لیکن کچھ نہیں نکلا۔ عرض کی آپ حیات و وفات میں پاکیزہ ہیں بلکہ آپ سے کستوری کی خوشبو پھیلی اور سارا گھر معطر ہو گیا۔ (۲/۱۵۹ المبسوط)

نمبر۱۰: حضور کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ پہلے جبرئیل پھر میکائیل پھر اسرافیل اور پھر عزرائیل نے درود پڑھا۔ (۵/۹ طبرانی اوسط)

پھر عام فرشتوں، پھر اہل بیت عظام، پھر صحابہ کرام نے بغیر امام الگ الگ حضور پر نماز پڑھی اور اس میں معروف دعائیں بھی نہیں پڑھیں بلکہ حضور کی تعریف و توصیف کے

کلمات طیبات عرض کئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

نمبر ۱۱: ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہو جاتی ہے لیکن نبی کریم اس قانون سے مستثنٰی ہیں چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان غنی کو صدیق اکبر کے پاس اس لئے بھیجا کہ وہ صدیق اکبر سے نبی کریم کی میراث کے بارے میں بات کریں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے نبی کریم کی ازواج مطہرات سے کہا کہ صدیق اکبر سے نبی کی میراث کے بارے میں کوئی بات نہ کریں اس لئے کہ میں نے نبی کریم سے سنا آپ نے فرمایا ہم نبی وراثت نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے اس پر وہ سب میراث کے مطالبے سے رک گئیں۔

(۴/۴۳۵ طبرانی اوسط)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت صدیق اکبر سے میراث کے بارے مین کہا کہ آپ کی بیٹی تو آپ کی میراث کا حصہ پائے اور رسول خدا کی بیٹی کو ان کی میراث نہیں مل سکتی۔ صدیق اکبر نے کہا میرے ماں باپ آپ کے والد پر قربان ہو جائیں۔ آپ کے والد کا ارشاد ہے ہم انبیاء وراثت نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (۴/۴۳۵ طبرانی اوسط)

نمبر ۱۲: ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد سے باہر ہو جاتی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہمیشہ حضور کے نکاح میں باقی ہیں اور ابد تک یہ حکم جاری رہے گا۔ اسی لئے اللہ تعالٰی نے فرمایا وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا

نبی کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے کبھی بھی نکاح نہ کرو۔

نمبر ۱۳: ہماری وفات پر تعزیت کرنے والے رشتہ دار، عزیز واقارب، دوست احباب اور عام لوگ ہوتے ہیں لیکن ہمارے نبی کی تعزیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم کی وفات ہوئی تو صحابہ حضور کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور ان کے رونے میں آواز نہ تھی۔ اتنے میں ایک لمبے بالوں والا آدمی آیا اس کی چادر

اس کے کندھے پر تھی اس نے آ کر دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ لیا اور نبی کریم کی وفات پر رویا اور صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہر مصیبت پر تعزیت ہے۔ بعدازاں چلا گیا صدیق اکبر نے فرمایا اس آدمی کو واپس لاؤ لوگوں نے اسے دائیں بائیں دیکھا لیکن وہ نظر نہ آیا صدیق اکبر نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کیلئے آئے تھے۔(۸/۲۷۶ زُرقانی)

نمبر۱۴: ہماری موت پر عزرائیل روتا نہیں لیکن نبی کریم کی وفات پر وہ رویا ہے چنانچہ حضرت علی المرتضٰی فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی اور وہ آسمان کی طرف چلا گیا تو وہ رو رہا تھا اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے ملک الموت کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا واحمداہ۔ (۲/۷۱۶ خصائص کبریٰ)

نمبر۱۵: نیند پر موت کا اطلاق کیا گیا۔ حضور نے فرمایا الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں موت یعنی نیند کے بعد زندہ کیا۔ ہماری نیند اور حضور کی نیند میں فرق ہے۔ حضور نے فرمایا تنام عینای ولا ینام قلبی میری آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے لہٰذا جس طرح ہماری نیند اور حضور کی نیند میں فرق ہے اسی طرح ہماری موت اور حضور کی موت میں فرق ہے۔

اعتراض

صدیق اکبر کا یہ خطبہ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت طاری ہو گئی ہے۔ کتب احادیث میں مشہور و معروف ہے۔ ایسی صورت میں حیات انبیاء کا عقیدہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

جواب: صدیق اکبر کے اس خطبہ میں قانون موت آپ پر وارد ہونے کا ذکر ہے حیات برزخی کا انکار نہیں اور پھر یہ کہ صدیق اکبر نے اپنے اسی خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَاللہِ لَا یَجْمَعُ اللہُ عَلَیْکَ مُوْتَتَیْنِ

اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا۔

دوسری موت سے مراد حیات بعد الموت کے بعد والی موت ہے یعنی اس موت کے بعد جو آپ کو حیات ملے گی اس کے بعد آپ پر کوئی موت نہیں آئے گی۔

امام جلال الدین سیوطی نے حضرت صدیق اکبر کی وصیت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد کریم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضہ شریف پر لے جانا۔ میرے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت کی غرض سے عرض کرنا یا رسول یہ ابوبکر ہیں کیا آپ کے قریب ان کو دفن کر دیا جائے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب دفن کر دینا۔ ورنہ جنت البقیع میں لے جانا چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے یار غار حاضر ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قریب دفن کیا جائے۔ انہوں نے ہمیں وصیت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت ہو تو ہم روضہ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ ہم لوٹ جائیں۔ صحابہ فرماتے ہیں اس وقت ہمیں ندا دی گئی انہیں عزت و اکرام کے ساتھ داخل کر دو۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں ہم نے یہ کلام سنا مگر بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ (۲/۳۴۷ خصائص کبریٰ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وفات مجھے اپنے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی! جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ حیدر کرار فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

غسل دیا گیا تو میں سب سے پہلے جلدی درِ اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ ابوبکر حاضر دربار ہیں روضہ مقدسہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے۔

اُدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلٰی حَبِیْبِہٖ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاق"

ترجمہ: دوست کو دوست کے ہاں داخل کردو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

(۲/۳۵۷ خصائص کبریٰ)

ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ

ا : بعد از وفات صدیق اکبر علی المرتضیٰ اور صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارا لہٰذا یا رسول اللہ کہنا اجماع صحابہ سے جائز ثابت ہوا اب جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ اجماع صحابہ کا منکر ہے اور جو اس مقدس اجماع کا منکر ہے قرآن نے اسے یہ سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے نولہ ما تولی و نصلہ جھنم و ساءت مصیرا کہ وہ شتر بے مہار جدھر چاہے گھومے پھرے ٹھکانہ تو اس کا دوزخ ہی ہے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہیں ہمارا عقیدہ اس سلسلے میں وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا ہمارے عقائد صحابہ والے عقائد ہیں باقی جتنے فرقے ہیں وہ سب بعد کی پیداوار ہیں۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارا یا رسول اللہ

ب: یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے قائل تھے اگر قائل نہ ہوتے تو صدیق اکبر کے متعلق آپ سے اجازت کیوں لیتے پھر کسی صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ حیات نبی بھی متفقہ مسئلہ ہے اور اس پر اجماع صحابہ ہے نیز اندر سے آواز آنا بھی حیات النبی کی بین دلیل ہے۔

ج: یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں سنتے ہیں اگر سنتے نہ ہوتے تو صحابہ کا آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا عبث قرار پائے گا۔ پھر صحابہ کرام کے

پکارنے پر نبی کریم کا جواب دینا بھی سننے کی واضح دلیل ہے۔

د: یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ صدیق اکبر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال عشق کا مرتبہ حاصل تھا کہ وفات کے بعد بھی نبی کریم کی مفارقت گوارا نہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کے قرب میں جگہ مل جائے تاکہ قیامت تک آپ کی آغوش رحمت میں استراحت نصیب ہو اور ویسے بھی آپ کے جوار کا حصول کائنات کی نہایت عظیم سعادت اور منافع و برکات کا ذریعہ ہے اسی لئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دل میں یہ ٹھان رکھی تھی کہ حجرہ شریفہ کے اندر بقیہ جگہ میں میری اپنی قبر ہوگی کیونکہ

یہاں کے لاکھوں ذرّے عرش اعظم سے بھی افضل ہیں

تعالیٰ اللہ یہ عزّ و وقارِ گنبد خضریٰ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے بتوں کو توڑا تو انہوں نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے ان بتوں کو توڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے۔ ان مشرکوں نے کہا یہ تو بولتے نہیں آپ نے فرمایا۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

ترجمہ: تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ لعنت ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہوئے کیا تمہیں عقل نہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ من دون اللہ سے مراد بت ہیں اور وہ کسی کو نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی کسی قسم کا کسی کا نقصان کر سکتے ہیں۔ من دون اللہ سے مراد بت ہیں اس دعوے کی تائید میں چند اور آیات ملاحظہ ہوں۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان

میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔
اگر یہاں من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ صحابہ معاذ اللہ نبیوں اور ولیوں کو گالیاں دیتے تھے حالانکہ یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ صحابہ کرام مشرکین کے بتوں کی برائیاں بیان کرتے تھے۔ ثابت ہوا کہ من دون اللہ سے مراد بت ہیں۔

ایک اور جگہ خدا نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

ترجمہ: بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو۔
اگر اس آیت سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں اور کہا جائے کہ من دون اللہ سے مراد انبیاء اور اولیاء ہیں تو پھر کہنا پڑے گا کہ معاذ اللہ نبی اور ولی دوزخی ہیں لہٰذا من دون اللہ کے مفہوم میں انبیاء اور اولیاء کو شامل کرنا غلط ہے۔ ان سے مراد بت ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

ترجمہ: اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی اور نہ مددگار
اگر یہاں من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے کسی کو ولایت سے سرفراز نہیں فرمایا اور نہ کسی کو مددگار بنایا ہے حالانکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار برگزیدہ بندے ایسے ہیں جن کو اس مالک و خالق نے کامل ولی بنایا۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا

ترجمہ: تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔
پس ثابت ہوا کہ ولی نہ ہونا بتوں کی صفت ہے نہ کہ انبیاءؑ اور خدا کے گزیدہ بندوں کی اب زیر بحث آیت کی دوسری شق لیجئے کہ اگر من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لئے

جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ نبی اور ولی تمہیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ آیت کا یہ مطلب بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ

ترجمہ: اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا۔

اس آیت میں جادو کو نقصان دینے والا بتایا گیا اور جادو ایک علم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے نقصان دینے والی مسجد بنائی یہاں منافقوں کی تعمیر کردہ مسجد کو نقصان دینے والی کہا گیا۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو یا بھلائی کے ارادے سے رجوع کرلو یا پھر نیک رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دو لیکن وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا اور انہیں نقصان دینے کیلئے نہ روکو اس سے پتہ چلا کہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے ایک انسان دوسرے انسان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اب نفع سے متعلقہ آیات سنیے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ

ترجمہ: اور کشتی کہ دریا میں وہ مال لے کر چلتی ہے جو لوگوں کو نفع دیتا ہے۔

یہاں بتایا گیا کہ تجارتی مال واسباب لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ

ترجمہ: اللہ نے فرمایا یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔

سچ بولنا انسان کا فعل ہے جو نفع دے گا قیامت کے دن

خدا فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

ترجمہ: اور ہم نے لوہا نازل کیا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں۔

یہاں بتایا گیا کہ لوہے کی دھات انسان کو نفع پہنچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو نفع دیتا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم کا وعظ مومنوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللهِ

ترجمہ: اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں۔

بیماروں کو شفایاب کر دینا لاعلاج مریضوں کو صحت یاب کر دینا اور مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کر دینا کتنا بڑا نفع ہے۔ جو باذن اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو پہنچاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خدا کا نبی خدا کی دی ہوئی طاقت سے نفع پہنچا سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ترجمہ: وہ یہودی حضور کے وسیلے سے کافروں پر فتح کی دعا مانگتے۔

جب کبھی یہودیوں کا مقابلہ مشرکین سے ہوتا تو وہ اس طرح دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاتِ فَكَانُوْا يُنْصَرُوْنَ (۱/۷۱ تفسیر خازن)

ترجمہ: اے اللہ ہمیں ان مشرکین پر مدد دے صدقہ اس نبی کا جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں تو وہ کامیاب ہو جاتے خدا ان کی مدد فرماتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا وسیلہ برحق ہے جو آپ کے وسیلے کا انکار کرے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہے۔

نیز یہودیوں کو حضور سے یہ فائدہ پہنچتا کہ دشمنوں پر آپ کے وسیلے سے فتح ونصرت حاصل ہو جاتی۔ ارشاد خداوندی ہے

آلر' کِتَاب" اَنزَلنَاہُ اِلَیکَ لِتُخرِ جَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّورِ

ترجمہ: ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باذن اللہ لوگوں کو ظلمت کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں۔ کفر پر موت دخول دوزخ کا باعث ہے اور ایمان پر خاتمہ جنت کی ابدی نعمتوں کے حصول کا سبب ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے نصیب ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا فائدہ ہے کہ اس کی انتہا نہیں۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُم وَاَنتَ فِیھِم

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

ا: حضور ہر وقت ہر مسلمان کے ساتھ ہیں اس لئے ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم پر عذاب نازل نہیں ہوتا کیونکہ عذاب نہ آنے کی وجہ حضور کی موجودگی ہے۔

ب: حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کی قبروں میں عذاب نہیں کیونکہ ان کے پاس ہیں اور وہ آغوش مصطفیٰ میں آرام فرما ہیں جو انہیں عذاب میں مانے وہ اس آیت کا منکر ہے اور قرآن کی کسی بھی آیت کا انکار کفر ہے۔

ج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہود و نصاریٰ، ہندو، سکھ، بدھ مذہب سے تعلق رکھنے والے مشرکین دھریہ اور مرزائی وغیرہ تمام بدعقیدہ لوگ عام عذابات سے بچے ہوئے ہیں۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَو تَزَیَّلُوا لَعَذَّبنَا الَّذِینَ کَفَرُوا مِنھُم عَذَابًا اَلِیمًا

ترجمہ: اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ضرور ان میں کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

مکہ معظمہ میں بہتر مسلمان وہ تھے جو کسی مجبوری کی وجہ سے نہ اپنا ایمان ظاہر کر سکے

اور نہ ہی ہجرت کر سکے۔ ان میں حضرت عباس اور حضرت امیر معاویہ بھی موجود تھے اگر یہ حضرات کفار مکہ سے الگ ہو جاتے تو خدا تعالیٰ کفار کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتا۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

ا: حضرت عباس، امیر معاویہ اور ان کے دیگر مسلمان ساتھیوں کی برکت سے کافر عذاب سے محفوظ رہے۔

ب: جب حضور کے صحابہ کا وجود کفار کیلئے مانع عذاب ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود کس قدر باعث برکت اور دافع البلاء ہے۔

ج: اس آیت سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صالحین کی قبروں کی برکت سے بھی امن مل سکتا ہے جیسے فرعون پر مصر میں اس لئے عذاب نازل نہیں ہوا کہ وہاں برادران حضرت یوسف علیہ السلام کی قبریں موجود تھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے۔

حضرت لوط علیہ السلام اہل سدوم کی طرف نبی بن کر تشریف لائے۔ کفار کو دعوت ایمان دی لیکن آپ کی شب و روز تبلیغ کے نتیجے میں صرف کل تیرہ نفوس ایمان لائے جب ان کفار پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا تو وہاں سے حضرت لوط اور ان پر ایمان لانے والوں کو باہر بھیج دیا گیا۔ جب اس شہر میں صرف کافر رہ گئے تو عذاب الٰہی نازل ہوا۔

معلوم ہوا جب تک حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان والے کفار میں موجود رہے کافروں کو یہ فائدہ رہا کہ ان پر عذاب الٰہی نازل نہیں ہوا۔ جب حضرت لوط اور ان کے مومن امتی کفار کیلئے دافع البلاء ہو سکتے ہیں تو پھر امام الانبیاء اور آپ کی امت کے اولیاء کرام عوام الناس کیلئے کتنے نفع رساں ہوں گے۔

امام یافعی نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی ہوئی تو

حضرت شیخ دعا کیلئے متوجہ ہوئے۔ اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو اس بارے میں تم میں سے کسی کی دعا نہ سنی جائے گی۔

شیخ فرماتے ہیں پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کی اے خدا کے رسول! میری میزبانی اور ضیافت میں اہل مصر کیلئے دعا فرما دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمادی تو مصر کی گرانی دور ہو گئی۔ (۲۱۲ فتاویٰ حدیثیہ)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ

ا : اللہ کے رسول اور نبی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور خوش نصیب لوگوں کو اپنی زیارت میں مشرف فرماتے ہیں۔

ب: اللہ کے نبی مدد بھی فرماتے ہیں اور ان کی دعا کی برکت سے روزی میں برکت اور کشائش ہو جاتی ہے۔

ج: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں تو پھر حبیب اللہ کی حیات بعد الممات کا کیا کمال ہو گا جب خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر پر جانے سے گرانی دور ہو گئی تو حبیب اللہ کی قبر انور کی کتنی برکت ہو گی چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ

ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں شدید قحط پڑ گیا۔ خلق خدا بہت پریشان ہو گئی۔ لوگوں نے حضرت عائشۃ الصدیقہ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا حضور کی قبر انور کے اوپر چھت میں ایک سوراخ کر دو تا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو بکثرت بارش ہوئی اور خوب سبزہ پیدا ہوا اور اتنی پیداوار ہوئی کہ اونٹ اس قدر موٹے ہو گئے کہ چربی کی کثرت سے کھالیں پھٹ گئیں۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

ا : اپنی تنگی کی شکایت خدا کے برگزیدہ بندوں سے کرنی جائز ہے تا کہ وہ اس تنگی سے کشائش کی طرف رہنمائی کر سکیں۔

ب: اللہ تعالیٰ کے نبی اور ولی کی قبر سے حاجت براری جائز ہے اگر یہ شرک ہوتا تو حضرت عائشہ قبر کی طرف رہنمائی نہ فرماتیں۔ الحمد للہ قبر اطہر سے وہ مدد حاصل ہوئی کہ وہ سال فراخ سالی میں مشہور ہو گیا۔

ج: عالم برزخ میں بھی سید الکونین کو خداداد تصرف و اختیار اور قدرت و اقتدار حاصل ہے۔ آپ اپنے امتیوں کی دستگیری فرما سکتے۔ ان کے دکھ درد رنج و الم کو دور کر سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص میں سے تین سو بندے زمین میں ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں اور چالیس ایسے ہیں جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں۔ سات مقبولان بارگاہ کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں۔ پانچ محبوب ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قلب منور کے مطابق ہیں۔ تین کے قلوب مقدسہ حضرت میکائیل کے قلب انور کے مطابق ہیں اور ایک مقدس ہستی ایسی ہے جس کا دل حضرت اسرافیل کے قلب انور کے مطابق ہے جب ایک کا وصال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے اور تین میں سے کسی کا وصال ہو تو پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ متعین کر دیا جاتا ہے اور جب پانچ میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو سات میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور چالیس میں سے اگر کوئی پیغام اجل کو لبیک کہتا ہے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ متعین کیا جاتا ہے اور تین سو میں سے اگر کوئی داعی اجل کی دعوت قبول کرتا ہے تو عام صالحین میں سے کسی کو اس مقام پر ترقی دے دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کی بدولت اس امت سے بلیات دور فرماتا ہے۔

(۱۱۳مسند الفردوس) (۳۱۸ شواہد الحق)

نکتہ عجیبہ

اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولیاء امت کے قلوب کا انبیاء

کرام اور ملائکہ عظام کے قلوب کے مطابق ہونے کا تذکرہ فرمایا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ کسی کا دل میرے قلب انور و اطہر کے مطابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم امر اور عالم خلق میں کسی کا دل ایسا نہیں بنایا جو سرور کائنات فخر موجودات کے دل انور کی مانند عزیز تر لطیف تر اور سراسر شرافت و طہارت ہو بلکہ تمام ملائکہ عظام انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے قلوب کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب اطہر کے ساتھ یوں ہے جیسے کواکب کی نسبت کمال آفتاب کے ساتھ۔

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

یعنی اگر ہم اسرار قرآن پر پہاڑ کو مطلع کر دیتے تو وہ تاب نہ لاتا پھٹ جاتا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قلب انور پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے کہ اللہ کا خوف اسرار الٰہی سے واقفیت علی وجہ الکمال حاصل ہے۔ پھر اپنے مقام پر قائم ہے خدا فرماتا ہے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ بلاشبہ جبرئیل نے اسے نازل کیا آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

نیز تجلی الٰہی کی طور پہاڑ تاب نہ لا سکا مگر حضور نے عین ذاتِ الٰہی کو دیکھا اور پلک بھی نہ جھپکا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: الکوثر هوا نور قلبه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمْ کوثر سے مراد آپ کے دل کا نور ہے۔ (روح المعانی)

اس نور قلب کی عظمت کو خدا تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ، اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ، اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ"

(پ۱۸ نور آیت ۳۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو روشنی عطا کرنے والا ہے اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک طاق میں ایک بتی اور دیا روشن کر کے رکھا ہوا ہو اور بتی ایک ایسے شیشے میں رکھی گئی ہو جو اپنی صفائی اور نظامت کی وجہ سے چمکتے ستارے کی مانند ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول المشکوۃ جوف محمد والزجاجة قلبه والمصباح النور الذی جعله الله فيه

مشکوٰۃ سے مراد آپ کا سینہ مبارک زجاجہ سے مراد آپ کا دل اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس دل میں ودیعت کیا۔

تفسیر روح البیان نے الم نشرح لک صدرک کے تحت لکھا۔

اَلَمْ نُفَسِحْ صَدْرَکَ حَتّٰی حَوىٰ عَالَمِيِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

ہم نے آپ کا سینہ اقدس اتنا وسیع کر دیا کہ عالم غیب اور شہادت کو محیط ہو گیا ہے۔

تحت الثریٰ سے لے کر ساتویں آسمان تک عالم شہادت ہے اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک عالم غیب ہے۔

جب سینہ اقدس کو خدا تعالیٰ نے اس قدر وسیع فرما دیا ہے کہ وہ عرش عظیم سے لے کر تحت الثریٰ ساری کائنات کو محیط ہے تو قلب انور کے نور سے بھی عرش عظیم سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری کائنات مستیز ہے لہٰذا آفتاب و مہتاب نجوم و کواکب اسی نور سے منور ہیں۔

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارے نبی ﷺ

پس ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کا دل بے مثل ہے لہٰذا صاحب دل بھی بے مثل نبی ہیں اولین و آخرین میں کوئی بھی آپ کی مثل نہیں۔

ترا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

زیر بحث حدیث سے ثابت ہوا کہ ۳۵۶ اولیاء کی برکت سے زمین والوں سے آفات و بلیات ٹال دی جاتی ہیں۔ اہل زمین کو ان خدا کے نیک اور صالح بندوں کی برکت سے مصائب و آلام سے عافیت مل جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً کُلَّمَامَاتَ رَجُل" اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلاً یُسْقٰی بِھِمِ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ یُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمِ الْعَذَابُ (مشکوٰۃ ۵۸۳)

ترجمہ: ابدال شام میں رہتے ہیں یہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کسی کا وصال ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کا قائم مقام اور بدل فرما دیتا ہے۔ ان ابدال کی برکت سے بادل کو سیرابی دی جاتی ہے۔ یعنی بادل ان کی برکت سے برستا ہے اور دشمنوں پر ان کی برکت سے غلبہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ان چالیس بندگان خدا کی برکت سے بارش برستی ہے جس سے سبزہ اور اناج پیدا ہوتا ہے۔ پھل دار درخت بارآور ہوتے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کو رزق ملتا ہے جب لشکر اسلام کفار سے برسر پیکار ہوتا ہے تو ان اولیاء کرام کی برکت اہل اسلام کو فتح سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے جس سے اسلام کی شوکت دوبالا ہو جاتی ہے اور کفر دب جاتا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے پیرومرشد کے بارے میں لکھا ہے کہ

ایک روز اللہ تعالیٰ نے ان کا (پیر جی) دایاں ہاتھ اپنے ید قدرت میں لے کر امور قدسیہ سے جو چیز انتہا درجہ کی رفیع و بدیع تھی ان حضرت کے روبرو پیش کر کے تجھ کو میں نے ایسا دیا اور چیزیں بھی دوں گا یہاں تک کہ ایک شخص نے ان حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت اس زمانے میں بالعموم بیعت نہیں کرتے تھے اس لئے اس کی

درخواست کو قبول نہ فرمایا اس آدمی نے زیادہ عاجزی کی تو حضرت نے اس شخص سے فرمایا ایک دو روز توقف کرنا چاہئے اس کے بعد جو مناسب وقت ہوگا عمل میں لایا جائے گا پھر حضرت پیر صاحب خدا کی بارگاہ کی طرف اجازت کیلئے متوجہ ہوئے اور عرض کی تیرے بندوں میں سے ایک بندہ مجھ سے بیعت کی استدعا کرتا ہے اور تو نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور اس جہان میں جو کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کا پاس کیا کرتا ہے۔ تیرے اوصاف کو مخلوق کے اخلاق سے کچھ نسبت نہیں پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے اس طرف سے حکم ہوا جو کوئی تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا گو لاکھوں ہوں میں ہر ایک کو کفایت کروں گا۔

(۱۹۰ صراط مستقیم)

اہل انصاف غور کریں مولوی اسماعیل دہلوی وہابی اپنے پیر کے متعلق تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کے تمام مرید مغفور ہیں اور پیر کو معلوم ہے کہ اس کے تمام مریدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں رحمت و کرم کا سلوک فرمائے گا مگر امام الانبیاء کے بارے میں اس کا عقیدہ یہ ہے کہ

ا : جو کچھ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔

(۲۲ تقویۃ الایمان)

ب: میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔

(۲۰ تقویۃ الایمان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے والی ایک خادمہ تھی جس کا نام بریرہ تھا۔ اس کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی اس آدمی نے کہا بریرہ اپنی زلفوں کو پردے میں رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔ بریرہ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دی۔ حضور نبی کریم اپنی چادر کو کھینچتے ہوئے سرخ رخسار کے ساتھ باہر تشریف لائے اور ہم انصار لوگ حضور علیہ السلام کے چادر کھینچے اور چہرے کے

سرخ ہونے سے آپ کے ناراض ہونے کو سمجھ لیتے تھے۔ ہم ہتھیار اٹھائے حاضر خدمت ہوئے ہم نے عرض کی یارسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم دیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں اپنے ماں باپ اور اولاد کے بارے میں بھی کوئی حکم دیں گے تو ہم اسے پورا کر دیں گے۔ آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور فرمایا میں کون ہوں ہم نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا ہاں لیکن میں کون ہوں ہم نے عرض کی آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ نے فرمایا میں بنی نوع انسان کا سردار ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں اور سب سے پہلے میں زمین سے باہر آؤں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں اور سب سے پہلے میں اپنے سر سے غبار جھاڑنے والا ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ان لوگوں کا کیا حال ہے جو گمان کرتے ہیں کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ لَاتَنْفَعُ میری رحمت فائدہ نہ دے گی۔ ایسی بات نہیں جیسے کہ وہ گمان کرتے ہیں میں (قیامت کے دن) یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جن کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ یہاں تک کہ شیطان بھی شفاعت کی تمنا کرے گا۔ (۶/۳۸ طبرانی اوسط)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ

ا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے اس قول پر ناراض ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی اب بھی ایسا ہی عقیدہ رکھتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ کا نبی کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کسی کی کوئی حمایت نہیں کر سکتا۔ کسی کا وکیل نہیں بن سکتا تو یقیناً نبی کریم اس سے ناراض ہیں لہٰذا مولوی اسماعیل دہلوی وہابی کا یہ کہنا کہ "اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا" بالکل غلط ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اس سے ناراض ہیں۔ دیوبند اور غیر مقلدوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

ب: جو آدمی نبی کو ناراض کرے صحابہ کرام یقیناً اس سے ناراض ہیں جیسے کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ انصار ہتھیاروں سے لیس ہو کر آ گئے کہ جس آدمی نے حضور کو ناراض کیا ہے اس تہہ تیغ کر دیں۔

ج: حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے روز سب سے پہلے اپنی قبر انور سے باہر تشریف لا کر اپنی زلفوں سے غبار جھاڑ کر سب سے پہلے داخل جنت ہو کر ھوالاوّل کا مظہر بنیں گے۔

د: وہ لوگ جھوٹے اور کذاب ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفع نقصان کا مالک نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور فرمایا ہے۔

مابال اقوام یزعمون ان رحمتی لا تنفع ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری رحمت فائدہ نہ دے گی۔

ن: قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنہ گاروں کی شفاعت فرما کر ان کو عظیم فائدے سے ہمکنار فرمائیں گے اور دوزخ سے بچا کر داخل جنت کر دیں گے۔

ی: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حضور کی امت کے بعض خوش نصیب لوگ مرتبہ شفاعت پر فائز کئے جائیں گے۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
شفاعت کرے حشر میں جو رضاؔ کی
سوا ترے کس کو یہ قدرت ملی ہے

حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے پاس بھیجا (اس جماعت میں سے) عبداللہ بن عتیک رات کے وقت ابو رافع کے گھر میں داخل ہوا جبکہ وہ سو رہا تھا اور اس کو مار ڈالا۔ عبداللہ بن عتیک کا بیان ہے کہ میں نے ابو رافع کے پیٹ پر تلوار رکھی یہاں تک کہ وہ اس کے پیٹ میں اتر گئی اور پشت

سے نکل گئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس کو میں نے مار ڈالا پھر میں نے دروازے کھولنے شروع کیئے یہاں تک کہ میں ایک زینہ تک پہنچا چاندنی رات تھی جونہی میں نے پاؤں نیچے رکھا میں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنی پگڑی سے اپنی پنڈلی کو باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور واقع بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلا میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا آپ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور وہ اچھا ہو گیا گویا اس میں چوٹ ہی نہ لگی تھی۔ (۱۸۱/۳ مشکوٰۃ)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد ثابت ہوئے۔

الف: گستاخ رسول کی سزا قتل ہے کیونکہ ابو رافع یہودی رسول پاک کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتا تھا۔

ب: نبی کریم کی اطاعت مطلقاً واجب ہے چاہے آپ کے حکم اور ارشاد کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ اس جماعت کو خود نبی کریم نے ابو رافع کو قتل کرنے کیلئے بھیجا تھا۔

ج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کیلئے مشکل کشا د رافع البلیات اور نفع رساں ہیں کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر ہاتھ پھیر کر اس کو درست فرما دیا۔

خوار و بیمار خطا وار گناہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چھاگل تھی جس سے آپ نے وضو کیا پھر ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کیلئے پانی نہیں ہے اور صرف یہی پانی ہے جو آپ کی چھاگل میں ہے۔ یہ سن کر نبی کریم نے اپنا ہاتھ چھاگل میں رکھ لیا اور پانی اس کے اندر سے ابلنے لگا اور انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ جابر کا بیان ہے کہ ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔

حضرت جابر سے پوچھا گیا آپ لوگ کتنے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو تب بھی وہ پانی کافی ہوتا۔ اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (۳/۱۸۴ مشکوٰۃ)

اس حدیث پر سیر حاصل تبصرہ ہماری ''کتاب التنویر'' میں دیکھو۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرے لڑکے کو جنون ہے جس کا دورہ صبح و شام پڑتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی اس لڑکے کو قے ہوئی اور اس کے پیٹ سے کالے پلے کی مانند کوئی چیز نکلی جو دوڑتی تھی۔ (۳/۲۰۴ مشکوٰۃ)(۱/۱۴ دارمی)

نبی کریم نے اس عورت کے لڑکے کا مرض جنون اس طرح ختم کیا کہ اس کے سینے پر ہاتھ پھیر کر اس اذیت دینے والی چیز کو باہر نکال دیا جس سے اس لڑکے کو ہمیشہ کیلئے اس موذی مرض سے نجات مل گئی اور اس کی والدہ کی مسلسل پریشانی دور ہوگئی۔

غریبو سوائے در مصطفیٰ کے کہیں بھی نہ ہوگا ٹھکانہ تمہارا

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَاللہِ لَیَشْفَعَنَّ عُثْمَانُ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِنْ اُمَّتِیْ مِنْ اَھْلِ الْکَبَائِرِ مِمَّنْ قَدِاسْتَوْجَبُوا النَّارَ حَتّٰی یَدْخُلَھُمُ الْجَنَّةَ (۲/۳۸۹ مسند الفردوس)

ترجمہ: خدا کی قسم حضرت عثمان غنی میرے امت کیلئے ستر ہزار لوگوں کی ضرور شفاعت کرے گا جو کبیرہ گناہوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَنَـا اَهَـمُّ بِـاَهْـلِ الْاَرْضِ عَـذَابًـا فَـاِذَا نَظَـرْتُ اِلٰـی عُـمَّـارِ بُیُوْتِـیْ وَالْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ صَرَّفْتُ ذٰالِکَ عَنْهُمْ.

(۱۴۲/۲ مسند الفردوس)

ترجمہ: میں زمین والوں پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں جب میں اپنے گھروں یعنی مساجد کی تعمیر کرنے والوں کو اور میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کو اور سحر کے وقت استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو ان (اہل زمین) سے عذاب ٹال دیتا ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب اہل زمین اپنے صغائر اور کبائر کی بنا پر خدا کے قہر وغضب کو دعوت دیتے ہیں اور اللہ ان سے ناراض ہو کر ان کو ان کے گناہوں کی سزا دینے کیلئے اپنا عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو مساجد تعمیر اور آباد کرنے والوں اور باہمی خدا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والوں کی برکت سے عذاب ٹال دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان اولیاء کرام کی برکت سے اہل زمین عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَرَأَمِأَتَیْ آیَۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ شُفِّعَ فِیْ سَبْعِ قُبُوْرٍ حَوْلَ قَبْرِہٖ وَخَفَّفَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَنْ وَالِدَیْهِ وَاِنْ کَانَ مُشْرِکِیْنَ (۲۴۱/۲ مسند الفردوس)

ترجمہ: جو مومن ہر روز دو سو آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہے اس کی قبر کے اردگرد سات اہل قبور کے حق میں اس کی شفاعت قبول ہو گی اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی اگرچہ وہ دونوں مشرک ہوں۔

قرآن کی تلاوت کرنے والا بندہ مومن خدا کی بارگاہ کا مقبول بندہ بن جاتا ہے اس کی اس عبادت کو خدا تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور اس کی وفات کے بعد جب وہ خدا کا ولی قبر میں چلا جاتا ہے تو اس کی قبر کے اردگرد سات اہل قبور کو اس کی ذات سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ ان کی قبروں میں ان کو راحت و آرام ملتا ہے اگر وہ عذاب میں

مبتلا ہیں۔ تو ان کا عذاب دور کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ قبروں میں معذب نہیں تو قبروں میں ان کے مراتب و درجات میں ترقی ہو جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ صَافَحَ عَبْدًا صَالِحًا اَوْ عَانِقَهٗ اَوْجَبَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ صَافَحَ عَالِمًا فَكَاَنَّمَا صَافَحَ اَرْكَانَ الْعَرْشِ فَاِنْ عَانِقَهٗ غُفِرَلَهٗ وَدَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲/۲۷۳ مسند الفردوس)

ترجمہ: جس نے کسی نیک بندے سے مصافحہ کیا یا اس کے گلے ملا اس پر جنت واجب ہو گئی اور جس نے کسی عالم سے مصافحہ کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے ان فرشتوں سے مصافحہ کیا۔ جنہوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے پس اگر اس عالم ربانی کے ساتھ بغلگیر ہو تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور بغیر حساب جنت میں داخلہ مل جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اتَّكَاَ عَلٰى يَدِهٖ عَالِمٌ " كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ وَمَنْ قَبَّلَ رَاْسَ عَالِمٍ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً

(۲/۳۰۵ مسند الفردوس)

ترجمہ: جس کے ہاتھ پر کسی عالم دین نے سہارا لیا تو ہر قدم کے بدلے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اگر کوئی کسی عالم کے سر کا بوسہ لے تو ہر بال کے بدلے ایک نیکی اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے۔

ان دونوں احادیث میں عالم دین کا مرتبہ اور مقام بیان ہوا کہ وہ عالم دین جس کا عقیدہ درست ہو اعمال صالحہ ہوں۔ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہو۔ لوگوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کرتا ہوں۔ لوگوں کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہو اور تبلیغ

دین کا کام بغیر کسی طمع اور لالچ کے کرتا ہو بدمذہبوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہو اس کو خدا تعالیٰ یہ مقام عطا فرماتا ہے کہ ان سے مصافحہ کرنے والا ان کا سر چومنے والا نیکیوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں علماء کی قدر و منزلت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍo

پارہ نمبر ۲۲ سورہ فاطر آیہ نمبر ۱۳

ترجمہ: اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں اس آیت کے بارے میں بعض مفسرین کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر جلالین: والذین تدعون من دونہ ...... ھم الاصنام ...... وہ بت ہیں

تفسیر خازن: والذین تدعون من دونہ ...... یعنی الاصنام ...... یعنی وہ بت ہیں

تفسیر معالم التنزیل: والذین تدعون من دونہ ...... یعنی الاصنام ...... یعنی وہ بت ہیں

تفسیر ابن کثیر: والذین تدعون من دونہ ...... اے من الاصنام ...... یعنی وہ بت ہیں

لیکن وہابی اس آیت کے معنی یوں کرتے ہیں کہ جن نبیوں ولیوں کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری نہیں سنتے اور کوئی نبی ولی کسی چیز کا مالک نہیں نہ حاجت روا اور قیامت میں یہ نبی ولی تمہاری اس پکار کے منکر ہو جائیں گے۔ یعنی کفار کی آیت مسلمانوں پر اور بتوں کی آیت انبیاء اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں مگر ان بیوقوفوں سے پوچھو اس آیت کے نزول کے وقت حضور کا زمانہ تھا بتاؤ کون سا صحابی تھا جو نبیوں اور ولیوں کو مصیبت میں پکارتا تھا اور وہ مشرک تھا کیونکہ تدعون حال ہے تمہاری تفسیر سے تمام صحابہ مشرک ہوئے نیز تمہارا یہ ترجمہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱: فَقَدْ آتَیْنَا آلَ اِبْرَاھِیْمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنَاھُمْ مُلْکًا عَظِیْمًا

ترجمہ: تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب و حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جن کو اللہ

تعالٰی نے حکومت سے سرفراز فرمایا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ جب عزیز مصر نے آپ کو قید سے آزاد کیا تو آپ نے عزیز مصر سے فرمایا

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ٥ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ

ترجمہ: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بے شک میں حفاظت کرنے والا ہوں، علم والا ہوں اور یوں ہم نے یوسف کو اس کے ملک پر قدرت بخشی۔

قرآن مجید کے ان کلمات طیبات سے مندرجہ ذیل ثابت ہو۔

نمبر ۱: جب دوسرے لوگ نااہل ہوں تو اہل کو عدل و انصاف قائم کرنے کیلئے حکومت چاہنا عہدہ عظمٰی حاصل کرنا جائز ہے۔

نمبر ۲: اس عہدے کیلئے اپنا استحقاق ظاہر کرنا اور قابلیت کا اظہار درست ہے۔

نمبر ۳: کافر بادشاہ کی ملازمت اختیار کرنا جائز ہے۔

نمبر ۴: جن محکموں کی آمدن حرام وحلال سے مخلوط ہو ان میں ملازمت کرنا تنخواہ لینا درست ہے۔

نمبر ۵: کفار کے ہدیے قبول کرنا جائز ہے۔

نمبر ۶: کافر بادشاہ کی طرف قاضی وغیرہ بن کرنا عدل و انصاف کرنا جائز ہے۔

نمبر ۷: اپنا دین چھپانا حرام ہے اس کا اظہار ضروری ہے۔

نمبر ۸: انبیاء علیہم السلام قدرتی طور پر علوم دینیہ اور دنیاویہ سے واقف ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے پہلے نہ بادشاہت کی نہ کاشتکاری کی مگر فرماتے ہیں اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ یہ علم کسی مدرسہ میں نہ سیکھے تھے۔

نمبر ۹: خدا تعالٰی نے آپ کو مصر کے ملک کی بادشاہت عطا فرما دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا تعالٰی سے دعا مانگی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ

اَنْتَ الْوَھَّابُ

ترجمہ: عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو بڑا دینے والا ہے۔

دنیا میں چار انسان ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے پوری دنیا پر حکومت کی ہے۔ ان میں دو مسلمان ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین اور دو کافر ہیں نمرود اور بخت نصر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اتنی عظیم تھی کہ آپ کا لشکر تین سو میل میں پھیل جاتا تھا۔ ۷۵ میل میں انسان ۷۵ میل میں جن ۷۵ میل میں پرندے اور ۷۵ میل میں مویشی وغیرہ ہوتے تھے۔ ہوا پر آپ کی حکومت تھی آپ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا تخت پر بیٹھ کر جہاں چاہتے تشریف لے جاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا۔

آپ کی سلطنت اتنی مضبوط تھی کہ چالیس ہزار زرہ بند سپاہی آپ کے محل کا پہرہ دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت طالوت کو جو کہ حضرت بنیامین برادر حضرت یوسف کی اولاد سے تھا کو بادشاہت دی۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

وَقَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی (حضرت اشموئیل) نے فرمایا اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

یہ بات ذہن نشین ہے کہ خدا تعالیٰ کی حکومت ذاتی ہے اور اس کے بندوں کی حکومت خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ

ترجمہ: یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے۔

جب حضرت یوسف، حضرت سلیمان، حضرت داؤد اور حضرت طالوت کو خدا نے عظیم سلطنت کا مالک بنایا تو پھر مقام غور ہے کہ اس نے اپنے محبوب کو کتنی بادشاہت عطا کی ہوگی۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیْل "کہہ دو کہ دنیا کا مال تھوڑا ہے۔ حالانکہ دنیا کا مال کوئی آدمی شمار نہیں کر سکتا۔ دنیا کے سامان کی تفصیل سے کوئی انسان آگاہ نہیں۔ سونے کی کئی اقسام ہیں، پھر چاندی، پیتل، تانبا، لوہا، سلور، پلاٹینم، انسانی سواریاں کتنی ہیں گھوڑا، اونٹ، خچر، گدھا، ہوائی جہاز، بحری جہاز، لانچ، کشتی، کار، کوچ، موٹر سائیکل، ٹرک، سائیکل وغیرہ۔ غلہ کئی اقسام کا ہے گندم، جوار، باجرہ، مکئی، چنے، دالیں ہمہ اقسام چنے کی دال ماش، مسر مونگی، مسور کی دال، سبزیوں میں گوبھی، مٹر، ٹماٹر، بھنڈی، کدو، کریلا، مونگرے گاجر، آلو، سبز مرچ وغیرہ، پھلوں میں کیلا، سنگترہ، مالٹا، خربوزہ، تربوز، انگور، کھجور، امرود، آڑو، لوکاٹ، بادام اور آم وغیرہ، کوٹھیاں، بنگلے، مکانات، فریج، ریڈیو، فون، تار، وائرلیس، فیکس، گراموفون، سپیکر، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ۔ کپڑے، جوتے، جرابیں، حشرات الارض، پرندے درندے، حیوانات غرضیکہ دنیا کا سامان ان گنت ہے اور یہ سارا قلیل ہے اور قلیل کے مقابلے میں کثیر کا لفظ ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللهِ

ترجمہ: بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے

معلوم ہوا قلیل کی ضد کثیر ہے اور خدا تعالیٰ اپنے محبوب کو جو عطا فرمایا ہے وہ قلیل نہیں کثیر نہیں اکثر نہیں بلکہ کوثر ہے۔ ارشاد ربانی ہے اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے اے محبوب تجھے کوثر عطا کیا۔ کوثر سے مراد نہر جنت، حوض کوثر نبی کریم کی اولاد آپ کی امت کے علماء و اولیاء، آپ کی امت، آپ کی نبوت، قرآن کریم، دین اسلام، آپ کی رفعت ذکر، آپ کا اخلاق، آپ کے علوم، آپ کا مقام محمود، آپ کے معجزات، آپ کا نور قلب اور جمیع کمالات وغیرہ الغرض اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو عظیم نعمتوں سے نوازہ ہے۔

عطیہ اگرچہ بہت نفیس اور قیمتی ہو لیکن جب تک اس میں دوام اور ہمیشگی نہ ہو نعمت کاملہ نہیں بنتا اور جب تک واپس لئے جانے کا احتمال ختم نہ ہو قابل فخر نہیں بنتا اور نہ ہی موجب راحت و سرور تام ہو سکتا ہے ہاں اگر اس عطیے اور ہدیہ کے عوض کوئی چیز لے لی

جائے اگر چہ وہ حقیر اور قلیل ہی کیوں نہ ہو تو اس کی واپسی اور رجوع ختم ہو جاتا ہے اور اس صورت میں وہ عطا نعمت کاملہ بن جاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو دنیا اور آخرت کے خزانے عطا فرما کر تھوڑا سا عوض اور بدلہ طلب فرمالیا۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اپنے رب کیلئے نماز ادا کریں اور قربانی پیش کریں تا کہ ہر ایک کو یقین ہو جائے کو جو انعام و اکرام سرور کونین کو عطا ہوئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مقام عطا میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمہیں کوثر عطا کریں گے بلکہ فرمایا ہم نے تمہیں عطا کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تشریف آوری سے قبل ہی خدا نے آپ کو تمام خزانوں کا مالک و مختار بنا دیا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی حق ہے کہ نبی کریم نے کوثر کا سوال نہیں کیا بلکہ بن مانگے عطا ہوا ہے اور خدا نے اپنے کرم کے شایان شان عطا کیا اور چونکہ خدا غیر محدود خزانوں کا مالک ہے لہٰذا اس نے محبوب کو جو انعام و اکرام دیا اس کی بھی کوئی حد اور نہایت نہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا :وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

اور ان کو نہیں برا لگا مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لوگوں کو غنی اور مالدار کرتے ہیں اور دوسروں کو غنی اور مالدار وہی کرے گا جو خود مالک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور کفار ان چیزوں کو حرام نہیں مانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام فرمائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حرام فرمانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا نبی مالک احکام ہے دیکھو کتا' گدھا' بلی وغیرہ کی حرمت قرآن میں مذکور نہیں۔ ان کی حرمت احادیث یعنی فرمان رسول سے ملتی ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو نبی کے اختیار کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ان کو چاہئے کہ وہ گدھے اور کتے کا گوشت کھالیا کریں۔ اس طرح ایک تو ان کا عمل ان کے عقیدے کے مطابق ہو جائے گا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ بکرے

وغیرہ کا گوشت سستا ہو جائے گا۔

احادیث

حدیث نمبر ا: حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ قَالَ فَقُلْتُ اَسْأَلُکَ مَرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ اَوْغَيْرَ ذَالِکَ فَقُلْتُ هُوَ ذَالِکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک رات حضور کیلئے آب وضو وغیرہ ضروریات لایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے میں نے عرض کی میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت مل جائے۔ فرمایا کچھ اور میں نے عرض کی میری مراد بس یہی ہے فرمایا تو میری مدد کر اپنے نفس سے کثرت سجود سے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا: حضور نے فرمایا سل اس میں کوئی قید نہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا وآخرت کی سب مرادیں آپ کے اختیار میں ہیں جبھی تو بلاتخصیص فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ آپ نے مانگنے کا حکم مطلق دیا ہے جس سے پتہ چلا کہ

اِنَّ اللهَ تَعَالٰی مَکَّنَهٗ مِنْ اَعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ

اللہ تعالیٰ نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ عطا فرما دیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے ہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ب: حضرت ربیعہ نے عرض کی میں آپ سے مانگتا ہوں اَسْئَلُکَ یہ نہ کہا کہ میں

خدا سے مانگتا ہوں اور حضور نے بھی نہ فرمایا کہ تم مشرک ہو گئے ہو اور ظاہر بات ہے کہ چیز مالک سے مانگی جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کے مالک ہیں۔

ج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ اور مانگ اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے علاوہ کچھ اور دینے پر بھی قادر ہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے　　　دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

د: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری مدد کر معلوم ہوا خدا کے بندوں سے مدد طلب کرنا سنت مصطفیٰ ہے جو لوگ خدا کے سوا مخلوق سے مدد مانگنا شرک خیال کرتے ہیں اور اُن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر سے مدد مانگنے والا مشرک ہے وہ یہاں نبی کریم کے بارے میں کیا فتویٰ دیں گے۔ کیا نبی پاک نے ربیعہ سے مدد مانگ کر شرک کیا ہے معاذ اللہ۔ حاش وکلاء ایک مسلمان تو ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ عقیدہ کتنا برا ہے جس مذہب میں ایسے برے عقائد ہوں۔

"اُس برے مذہب پہ لعنت کیجئے"

حدیث نمبر ۲: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کسوف پڑھاتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند فرمایا جیسے کہ کسی چیز کو لینا چاہتے ہوں۔ اختتام نماز پر صحابہ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا　　(مسلم شریف کتاب الکسوف)

ترجمہ: میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا۔ اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

ا: آپ نے زمین پر رہتے ہوئے جنت کو دیکھا حالانکہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور زمین سے پہلے آسمان کا فاصلہ اتنا ہے کہ اگر ایک آدمی تیز رفتار گھوڑے پر سوار

ہو کر بلا کہیں رکے پانچ سو سال تک گھوڑا دوڑاتا رہے تو جتنا فاصلہ وہ طے کرے گا اتنے فاصلے پر پہلا آسمان ہے اور ایک آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ سات آسمان ہیں اندازہ لگالیں کہ جنت کتنی دور ہے جو نبی زمین سے اتنی دور جنت کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ اپنے امتیوں کو بھی ملاحظہ فرما سکتا ہے۔

ب: جنت کی نعمتوں کو فنا نہیں کیونکہ حضور نے فرمایا تم رہتی دنیا تک اس خوشے کو کھاتے رہتے لیکن وہ ختم نہ ہوتا۔

ج: آپ زمین پر رہتے ہوئے جنت میں تصرف کر سکتے ہیں اور جنت کی اشیاء آپ کے دست تصرف کی زد میں ہیں اور چونکہ غیر کی ملکیت تصرف جائز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی ملک کر دی ہے جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ جس جگہ آپ آرام فرما ہیں۔ وہ جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور جب آپ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف کر سکتے ہیں تو جنت میں جا کر اور جنت میں رہ کر زمین کے اوپر بھی تصرف کر سکتے ہیں۔

د: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر رہ کر اپنا ہاتھ اتنا لمبا کر دیا کہ جنت تک جا پہنچا۔ اب حضور جنت میں آرام فرما ہیں اگر زمین سے جنت تک ہاتھ پہنچ سکتا ہے تو جنت سے زمین تک بھی ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہاتھ اتنا لمبا کیسے ہو گیا کہ جنت تک جا پہنچا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ یدہ التی یبطش بها خدا فرمایا ہے میں اپنے ولی کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کی تشریح میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

واذا ذالک النور یدالہ قدر علی التصرف فی العصب واسهل والبعید والقریب

اور جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال ولی کا ہاتھ ہو جائے تو بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ یعنی خدا کا برگزیدہ بندہ اپنا ہاتھ دور تک لمبا

کر کے جس چیز کو چاہے پکڑ سکتا ہے چنانچہ

ایک مرتبہ غوث اعظم وعظ فرما رہے تھے اسی اثنا میں آپ کے عمامہ کا ایک پیچ کھل گیا۔ یہ منظر دیکھ کر حاضری نے اپنے عمامے زمین پر پھینک دیئے۔ اختتام وعظ پر آپ نے ایک آدمی سے فرمایا ان لوگوں کے عمامے ان کو واپس کر دو۔ اس ارشاد کی تعمیل کی لیکن ان میں ایک دوپٹہ تھا جس کا مالک کوئی نظر نہ آتا تھا۔ غوث اعظم نے فرمایا یہ مجھے دے دو۔ اس آدمی نے آپ کو وہ دوپٹہ دے دیا۔ آپ نے اسے کندھے پر رکھ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ دوپٹہ آپ کے کندھے پر نہ تھا۔ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا میری ایک بہن اصفہان میں رہتی ہے۔ اس نے اپنا دوپٹہ حاضرین کی پگڑیوں کے ساتھ زمین پر ڈال دیا اور اب اس نے وہ دوپٹہ میرے کندھے سے لے لیا۔ (۹۶ بہجۃ الاسرار)

اصفہان ایران کا شہر ہے اور آپ بغداد میں وعظ فرما رہے ہیں۔ اس عورت نے اپنا ہاتھ اصفہان میں رہ کر اتنا لمبا کیا کہ آپ کی مجلس وعظ میں اپنا دوپٹہ ڈال بھی اور پھر ہاتھ لمبا کر غوث اعظم کے کندھے سے لے بھی لیا۔ جب کامل ولیہ کا یہ کمال ہے تو امام الانبیاء کا کیا کمال ہوگا۔ آپ بھی چاہیں تو جنت سے پھل توڑ سکتے ہیں۔

جب مکہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کی چھڑی سے کعبہ کے اوپر رکھے ہوئے بتوں کو اشارہ کر کے فرمایا حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ اس پر بت نیچے گر گئے۔ ایک بت مضبوطی سے کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ حضور نے فرمایا اے علی میرے کندھوں پر چڑھ کر اسے نیچے گرا دو۔ عرض کی میں آپ کے کندھے پر پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر اسے گرا دیں۔ حضور نے فرمایا اے علی! تم نبوت کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ عرض کی خدا نے مجھے شیر بنایا ہے مجھے اپنی قوت آزما کر تو دیکھ لینے دیجئے۔ حضور نے اپنا دایاں پاؤں حضرت علی کے کندھے پر رکھا۔ حضرت علی پکار اٹھے یا رسول اللہ میں آپ کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ حضور نے فرمایا لو میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ۔ حضرت علی حضور کے کاندھوں پر چڑھ گئے۔ حضور نے فرمایا کیف رایت نفسک یا علی اے علی! تیرا کیا حال ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ اللہ تمام حجابات اٹھ گئے ہیں

اور گویا میرا سر ساق عرش تک پہنچ گیا ہے اور میں جس چیز کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔ حضرت علی نے بت کو گرادیا اور نیچے چھلانگا دی اور مسکرانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسکرانے کا سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہے لیکن مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی۔ حضور نے فرمایا جب کندھے نبی کے ہوں اور تجھے اتارنے والا جبرئیل ہو تو تجھے چوٹ کیسے لگ سکتی ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد مبارک پست تھا لیکن حضور کی برکت سے اتنا لمبا ہو گیا کہ عرش عظیم تک جا پہنچا جب نبی کے کندھوں پر سوار ہونے والے پست قد انسان کا قد آپ کی برکت سے لمبا ہو کر عرش تک پہنچتا ہے تو خود نبی کریم اگر چاہیں تو آپ کے ہاتھ بھی زمین سے جنت میں پہنچ سکتے ہیں اور پھر ہم یہ مانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ جنت میں پہنچ جانا آپ کا معجزہ ہے اور معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جس کے ادراک سے عقل عاجز آجائے۔

حدیث نمبر ۳: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا اگر حضور کو منظور ہوتا تو نعم یعنی اچھا فرماتے ہیں اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے کسی چیز کو لایعنی نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا۔ حضور خاموش رہے پھر سوال کیا خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا۔

سَلُ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِیُّ اے اعرابی جو چاہے مانگ لے

ہمیں اس اعرابی پر رشک ہوا ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا میں آپ سے سواری کا اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا عطا ہوا۔ عرض کی آپ سے زادراہ مانگتا ہوں۔ فرمایا عطا ہوا۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا۔ نبی کریم نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا اترنے کا حکم ہوا۔ کنارے دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ خود بخود پلٹ آئے۔ موسیٰ علیہ

السلام نے عرض کی الٰہی یہ کیا حال ہے۔ ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ موسیٰ علیہ السلام کو قبر کا پتہ نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں کوئی آدمی جانتا ہو تو بتا دے۔ لوگوں نے عرض کیا شاید بنی اسرائیل کی بڑھیا کو معلوم ہو اس کی بھلا بھیجا وہ آئی تو فرمایا کیا تجھے قبر یوسف کا پتہ ہے اس نے کہاں ہاں۔ فرمایا بتا دو اس نے کہا۔

لَا وَاللّٰہِ حَتّٰی تُعْطِیَنِیْ مَا اَسْئَلُکَ

نہیں بتاؤں گی جب تک میرا سوال پورا نہ کیا جائے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا تیری عرض قبول ہوئی اس نے عرض کی۔

فَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ فِی الدَّرَجَۃِ الَّتِیْ تَکُوْنَ فِیْھَا فِی الْجَنَّۃِ

میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں میں آپ کے ساتھ رہوں۔ اس درجے میں جس میں آپ ہوں گے۔ فرمایا صرف جنت مانگ لے۔ بڑھیا نے کہا خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ موسیٰ علیہ اسلام اس سے یہی ردوبدل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے اسے وہی عطا کر دو اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں اسے اپنی رفاقت عطا کر دی۔ اس نے قبر کا پتہ بتا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف کا جسد اقدس ساتھ لے لیا اور دریا پار کر گئے۔ (۳۷۶/۸ طبرانی اوسط)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

الف: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو لایعنی نہ سے جواب نہیں دیا۔

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

ب: حضور نے فرمایا اے اعرابی! جو چاہو مانگ لو معلوم ہوا خدا نے آپ کو تمام نعمتوں کے خزانوں کا مالک ومختار بنا دیا ہے۔

یہ اکرام ہے مصطفیٰ پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفیٰ کا

ج: حضرت علی و صحابہ کے دل میں خیال ہوا کہ اب یہ اعرابی حضور سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے تمام خزائن رحمت دنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت جنت جسے چاہیں عطا فرمادیں کیونکہ آپ جنت کے مالک ہیں۔

د: جب اعرابی نے اونٹ اور زادراہ مانگا تو حضور نے تعجب کیا کہ اس نے بنی اسرائیل کی بڑھیا کی طرح ہم سے جنت کیوں نہ مانگی۔ معلوم ہوا کہ حضور کا دریائے جودوسخا ہمیشہ جوش پر رہتا ہے۔

ط: بڑھیا نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو خدائی کارخانہ کا مختار جان کر آپ سے جنت کا اعلیٰ مقام مانگا۔ اگر اس کا یہ عقیدہ شرکیہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کو روک دیتے۔ معلوم ہوا نبی کو مختار جان کر اس سے جنت مانگنا جائز ہے۔

ع: موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مطلقاً جنت مانگ لے۔ آپ کے اس ارشاد سے بھی پتہ چلا کہ خدا نے اپنے نبی کو جنت عطا فرمانے کا اختیار دے رکھا ہوتا ہے۔

ن: رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! جو یہ مانگتی ہے اسے عطا کر دو۔ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ کا نبی جنت دینے کا ماذون و مختار ہوتا ہے۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

حدیث نمبر۴: جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے۔ یہاں کا پانی پسند نہ آیا۔ شور تھا نبی غفار سے ایک آدمی کی ملک میں شیریں چشمہ تھا جس کا نام بئر رومہ تھا۔ وہ اس کی ایک مشک نیم صاع میں دیتا تھا۔ سید عالم نے اس سے فرمایا جو چشمہ میرے ہاتھ ایک جنتی چشمے کے عوض فروخت کر دو۔ عرض کی یا رسول اللہ میری اور میرے بچوں کی معاش اسی سے ہے۔ مجھ مین طاقت نہیں یہ خبر حضرت عثمان غنی کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے ۳۵ ہزار روپے میں خرید لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ

اَتَجْعَلُ لِیُ مِثْلَ الَّذِیُ جَعَلْتَ لَہٗ عَیْنًا فِی الْجَنَّۃِ اِنِ اشْتَرَیْتُھَا

ترجمہ: یا رسول آپ اس آدمی کو بہشت میں چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو مجھے بھی عطا فرما دیں گے۔

آپ نے فرمایا ہاں! عرض کی میں نے بئر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ (۲/۴۱ طبرانی کبیر)

حدیث نمبر۵: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

اِشْتَرٰی عُثْمَانُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ الْجَنَّۃَ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ رُوْمَۃَ وَیَوْمَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ

ترجمہ: عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ رسول خدا سے جنت خریدی۔ بئر رومہ کے دن اور لشکر تنگدستی کے روز۔ (۳/۱۰۳ المستدرک)

ان دونوں احادیث سے پتہ چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنتی چشمہ اور جنت حضور سے خریدی اور کوئی چیز اس آدمی سے خریدی جاتی ہے جو اس چیز کا مالک ہوتا ہے۔ معلوم ہوا حضرت عثمان غنی کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے حضور کو جنت کا مالک و مختار بنایا ہے اور یہی ہم اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ ثابت ہوا ہمارا عقیدہ وہی ہے جو عثمان غنی کا عقیدہ تھا اور حضرت عثمان غنی نے یہ عقیدہ نبی کریم سے سیکھا تھا۔ لہٰذا ان کا عقیدہ باطل نہیں ہو سکتا اس لئے ہمارا عقیدہ بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے عقیدے صحابہ والے ہیں۔

حدیث نمبر۶: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

بَیْنَ اَنَا نَائِم" اِذْجِیَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ

(۲/۲۶۸ مسند امام احمد)

ترجمہ: میں سو رہا تھا تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث نمبر ۷: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ (۵۷ الامن والعلیٰ)

ترجمہ: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا۔ رعب سے میری مدد فرمائی گئی کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سن کر کانپے اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئی۔

حدیث نمبر ۸: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الدُّنْیَا وَخَزَائِنِ الْاَرْضِ

(۱۷/۲۸۰ طبرانی کبیر)

ترجمہ: مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

حدیث نمبر ۹: نبی مختار نے ارشاد فرمایا۔

اُوْتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِّنْ سُنْدُسٍ (۳/۳۲۸ مسند امام احمد)

ترجمہ: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں لائی گئیں۔ جبریل لے کر آئے اور اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار تھا۔

حدیث نمبر ۱۰: سرور کائنات نے فرمایا۔

اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُلِّ شَیْءٍ مجھے ہر شے کی کنجیاں عطا ہوئیں

(مسند امام احمد، طبرانی کبیر)

حدیث نمبر ۱۱: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روز قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ آ کر اس کے پہلے زینے پر کھڑا ہو گا اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ جہنم ہوں۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ابو بکر کے سپرد کر دوں۔ ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ پھر ایک فرشتہ دوسرے زینے پر کھڑا ہو کر پکارے گا اے گرو مسلمین جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان جنت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ابو بکر کے سپرد کر دوں ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ۔ (۶۱ الامن والعلیٰ)

حدیث نمبر ۱۲: حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضور دنیا میں تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ ریز ہیں۔ پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر آپ کو ڈھانپ لیا او میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہوا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔

قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَى مَفَاتِيْحِ النَّصْرَةِ وَمَفَاتِيْحِ الرِّبْحِ وَمَفَاتِيْحِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: نصرت کنجیاں نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں سب پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔

پھر ایک بادل نے آپ کو ڈھانپ لیا اور میری نگاہ سے چھپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ

قَبَضَ مُحَمَّدٍ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِيْ قَبْضَتِهٖ

ترجمہ: ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں آئی۔ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ (۵۶ الامن والعلیٰ)

حدیث نمبر ۶ تا حدیث نمبر ۱۲ سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب کو زمین کی کنجیاں دنیا کی کنجیاں نصرت کی کنجیاں نفع کی کنجیاں نبوت کی کنجیاں جنت کی کنجیاں جہنم کی

کنجیاں اور ہر شے کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں اور اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" میں لکھا ہے۔ جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے۔

پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی جملہ نعمتوں کے خزانے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیئے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک مقام پر کمال نکتہ آفرینی فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں ساتوں آسمان ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے وراء سدرۃ المنتہیٰ عرش و کرسی آخرت ہے دار دنیا شہادت ہے اور دار آخرت غیب غیب کی کنجیوں کو مفاتیح اور شہادت کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے وَعِندَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی مفاتیح اور ان کو خدا کے سوا (بذات خود) کوئی نہیں جانتا اور دوسری جگہ فرماتا ہے لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ خدا ہی کے پاس ہیں زمین و آسمان کی مقالید اب مفاتیح کا پہلا اور آخری حرف لے لو پہلا لام اور آخری ح ہے اور مقالید کا بھی پہلا اور آخری حرف لے لو۔ پہلا ہے "م" اور آخری "د" دونوں کو مرکب کر دو تو نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن جاتا ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ غیب اور شہادت یعنی عرش سے لے کر فرش تک تمام خزانوں کی کنجیاں خدا تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیں گے گویا تمام خزانوں کا مالک و مختار بنا دیا۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

کسی منعم (نعمت دینے والا) کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں یا دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔ یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب اس کیلئے بچا رکھی ہے۔

خدا ہر نعمت دینے پر قادر ہے وہ سب سے بڑا جواد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نعمت کے اہل ہیں اور حضور سے بڑھ کر خدا کا کوئی محبوب بھی نہیں لہذا کوئی نعمت ایسی نہیں جو خدا نے آپ کو عطا نہ فرمائی ہو۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے انہ خلیفۃ اللہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ و تحت ارادتہ یعطی منھما من یشاء ویمنع من یشاء (۴۲ جوہر منظم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ ہیں کہ اس نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے خوان ان کے ہاتھوں اور ارادے کے مطیع کر دیئے ہیں ان میں سے جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں۔

وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ

(پارہ نمبر ۲۵ سورہ الزخرف آیت نمبر ۸۶)

ترجمہ: اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے اس آیت کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے۔

وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ...... ای یدعونہ الکفار وھم الاصنام یعنی پوجنے والے کفار ہیں اور جن کو پوجتے ہیں وہ بت ہیں۔ (۸/ ۳۶۶ تفسیر مظہری)

اور تفسیر قرطبی نے لکھا ہے۔

وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ

ای اعتقدوا ان الاصنام تشفع لھم

کفار کا اعتقاد تھا کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔ (۱۶/ ۱۲۲ قرطبی)

پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی مِنْ دُوْنِهٖ سے مراد بت ہیں اگر یہاں مِنْ دُوْنِهٖ سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ نبی اور ولی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو شفاعت کا مجاز نہیں بنایا حالانکہ اگر یہ عقیدہ درست تسلیم کر لیا جائے تو قرآن وحدیث کا انکار لازم آتا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث درحقیقت غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کے محبوب مذہبی رہنما کی

محبوب کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں شفاعت کے بارے میں جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر۱: کوئی کسی کا وکیل اور حمایتی نہیں۔ (۸ تقویۃ الایمان)

نمبر۲: تم مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب۔ سو جو ہم چاہیں کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا کیونکہ یہ بات محض غلط ہے کیونکہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی بچاؤ نہیں جانتا۔ سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔ (۲۳ تقویۃ الایمان)

نمبر۳: کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ (۷ تقویۃ الایمان)

نمبر۴: کافروں کا بتوں کو وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (۷ تقویۃ الایمان)

نمبر۵: تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو ماننے اور اس کو جانے۔ (۶ تقویۃ الایمان)

یہ چند عبارات بطور نمونہ از خروار پیش کی گئی ہیں اور یہ اس کتاب کی عبارات ہیں جس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے۔

تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام اور موجب اجر کا ہے۔
(۳/۵۰ فتاوی رشیدیہ)

اس عبارت پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کے جوابات دیوبندیوں پر لازم ہیں۔

الف: اعتراض

جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہوا تو جس نے نہ رکھی نہ پڑھی وہ اسلام سے خارج ہوا تو لازم آیا کہ تقویۃ الایمان سے پہلے مع اس کے مصنف

مولوی اسماعیل کے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کے بعد بھی جس کے پاس تقویۃ الایمان نہ ہو یا نہ پڑھے وہ مسلمان نہ ہو۔

ب: اعتراض

گنگوہی کے اس فتوے کی رو سے لازم آیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید پر ایمان لانا بے شک مسلمانوں کیلئے ضروری ہے مگر قرآن مجید کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام نہیں اور تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے۔

ج: اعتراض

اگر تقویۃ الایمان کا رکھنا' پڑھنا اور عمل کرنا تینوں مل کر مجموعی طور پر عین اسلام قرار دیئے جائیں تو جس نے تقویۃ الایمان پر عمل تو کیا لیکن رکھا اور پڑھا نہیں تو وہ مسلمان نہ ہوا یا عمل کیا اور رکھا مگر پڑھا نہیں تب بھی مسلمان نہ ہوا یا رکھا اور پڑھا لیکن عمل نہ کیا تب بھی مسلمان نہ ہوا۔

د: اعتراض

اگر تقویۃ الایمان کا رکھنا بھی عین اسلام پڑھنا بھی عین اسلام اور عمل کرنا بھی عین اسلام قرار دیا جائے تو جس نے تقویۃ الایمان کو نہ رکھا نہ پڑھا نہ عمل کیا وہ مسلمان نہیں اور جس نے رکھا اور پڑھا اور عمل کیا وہ مسلمان اور جس نے صرف عمل کیا مگر نہ رکھا نہ پڑھا وہ مسلمان بھی ہے اور کافر بھی کیونکہ تقویۃ الایمان پر عمل کرنا عین اسلام تھا۔ وہ پایا گیا لہٰذا مومن ہوا اور رکھنا اور پڑھنا عین اسلام تھا وہ نہ پایا گیا لہٰذا اسلام نہ پایا گیا جب اسلام نہیں تو ایمان نہیں کیونکہ الایمان والاسلام واحد ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں لہٰذا ایک شخص بیک وقت کافر بھی ہوا اور مومن بھی اسی طرح جس نے عمل کیا اور رکھا بھی لیکن پڑھا نہیں وہ بھی کافر اور مسلمان دونوں ہوا یوں ہی جس نے عمل کیا اور پڑھا لیکن رکھا نہیں وہ بھی بیک وقت کافر اور مومن ہوا۔ یہ اجتماع ضدین ہے جو محال ہے۔

ان اعتراضات سے آپ بخوبی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ دیوبندیت پر کفر عاشق ہوگیا ہے۔

کفر نے پوچھا دیوبندیت سے تو کون ہے
ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

اب شفاعت کا مضمون ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تاکہ مسئلے کی نوعیت کھل کر سامنے آجائے اور مذکورہ بالا اسماعیلی عبارات کی حقیقت بھی واضح ہو جائے۔ مسئلہ شفاعت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفاعت

شفاعت سفارش کرنے کو کہتے ہیں اس کے متعلق اہلسنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں کبائر و صغائر کی مغفرت اور تخفیف عذاب اور بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب اور رفع درجات ہر قسم کی شفاعت جائز ہے خواہ یہ شفاعت بالوجاہت ہو یا بالاذن ہو یا بالمحبت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور مقبول بندوں کو یہ عزت اور وجاہت دی ہے کہ ان کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اگر وہ ان کی درخواست کو قبول نہ کرے نہ مانے تو اس کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی نقصان کا خطرہ لیکن اپنے برگزیدہ بندوں کی بات نہ ماننا اس عزت و وجاہت کے خلاف ہے جو اس نے اپنے مقبول بندوں کو عنایت فرمائی ہے۔

بارگاہ خداوندی میں انبیاء کرام کی وجاہت

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

سَلَام" عَلٰی نُوحٍ فِی الْعَالَمِینَ ٥ اِنَّا کَذَالِکَ نَجزِی الْمُحسِنِینَ ٥ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِینَ ٥

ترجمہ: سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں ہم نیکوکاروں کو یونہی جزا دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

وَاَدْخَلْنَا فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهٗ مِنَ الصَّالِحِیْنَ

ہم نے (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا بے شک وہ صالحین میں سے

ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِسْمَاعِیْلَ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو لاریب وہ وعدے کے سچے تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا

اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ سچے نبی تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا

اور (موسیٰ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و وجاہت تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ

(عیسیٰ بن مریم) دنیا اور آخرت میں صاحب عزت اور وجاہت تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عند اللہ وجاہت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے۔ درآں حالیکہ آپ ان کے درمیان ہوں۔

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا

ہم آپ کا قبلہ وہی بنا دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

جو لوگ رسول اللہ کو اذیت دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت احادیث سے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

(۱) مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِی ھَوَاکَ

میں یہی خیال کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا جوئی میں بہت جلدی کرتا ہے۔ (۲/۷۶۶ بخاری)

(۲) اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ (۲/۲۴۵ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۳) اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ (مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے متبعین ہوں گے اور میں سب سے اول جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

(۴) اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضَ فَاُکْسٰی حُلَّۃً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَّمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذٰلِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ (ترمذی شریف)

ترجمہ: سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا مجھے جنتی حلوں میں ایک حلہ پہنایا

جائے گا پھر میں عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور میرے سوا مخلوق میں سے کوئی بھی اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا۔

شفاعت پر قرآنی دلائل

انبیاء علیہم السلام شفاعت کرتے ہیں...... حضرت نوح علیہ السلام

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَالِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا

ترجمہ: اے میرے رب! میرے والدین اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَالِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ

اے ہمارے رب روز حشر میری میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: جو میرا پیروکار ہے وہ میرا ہے اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کیلئے تو بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَلَوْا اَنَّھُمْ اِذْظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُو اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلَ لَوَجَدُو اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا

ترجمہ: اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں

حاضری دیں۔ اپنے گناہوں پر اللہ تعالٰی سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

صالحین کی شفاعت مومنین کیلئے

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوا

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے بخشش طلب کرتے ہیں۔

شفاعت پر احادیث سے دلائل

(۱) اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ

ترجمہ: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا۔ (۱/۳۰ بخاری)

(۲) شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

میں اپنی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

(۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ آتَانِیْ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یُدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِیَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا (۳۵۱ ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس اللہ کا پیغام آیا

اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تم موذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دھراؤ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

ثُمَّ سَلُوا اللہَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَةٌ" فِی الْجَنَّةِ لَا تَبْغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللہِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَالَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ عَلَیْهِ الشَّفَاعَةُ (۱۶۶/۱ مسلم شریف)

ترجمہ: پھر میرے لئے وسیلہ (مقام رفیع) کی دعا کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ بندوں میں سے ایک بندے کو دے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔

(۵) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل سے مروی ہے کہ میں ایک وفد میں شامل ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جب ہم حاضر ہوئے تو اونٹوں کو مسجد کے دروازے پر بڑھایا اور اندر داخل ہوئے اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر کوئی شخص مبغوض اور ناپسندیدہ نہ ہوتا تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن جب ہم آپ کی محفل سے اٹھے تو کوئی شخص ہمیں اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں تھا جو ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرے۔

ہم میں سے کسی شخص نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب کریم سے ایسا ملک طلب کیوں نہ کیا جیسا کہ حضرت سلیمان کا تھا۔ آپ ہنسے اور فرمایا امید قوی ہے کہ تمہارے نبی کا ملک اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے افضل

و برتر ہے اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اسے ایک دعا کا حق عطا فرمایا۔ بعض نے اس کو دنیاوی جاہ وجلال کا ذریعہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمایا۔ بعض نے اس کو قوم کی ہلاکت وتباہی کیلئے استعمال کیا جب انہوں نے اطاعت سے سرکشی کی تو اس دعا کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دعا کا حق عطا فرمایا جو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ کر رکھا ہے۔

(طبرانی شریف)

(٦) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک رات میری آنکھ نہ لگی اور نیند کافور ہو گئی چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر گاہ میں حد نگاہ تک ہر جانور زمین پر سر رکھ کر سویا ہوا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہوں اور صبح تک آپ کی بارگاہ میں رہ کر بات چیت میں مصروف رہتا ہوں۔ میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا لشکر گاہ سے باہر نکلا تو کسی شخص کا اثر و نشان محسوس ہوا۔ ادھر روانہ ہوا تو وہ حضرت ابوعبید بن جراح تھے اور ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل ان دونوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس وقت باہر نکلنے کا موجب کیا ہے۔ میں نے کہا جس چیز نے آپ کو ادھر نکلنے پر مجبور کیا۔ اسی نے مجھے یہاں تک پہنچایا۔ ہمارے قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ تھا ہم اس کی طرف چلے تو ہمیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور ہواؤں کی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ رسول اللہ نے فرمایا یہاں ابوعبیدہ بن جراح ہیں ہم۔ نے عرض کی جی ہاں! آپ نے فرمایا معاذ بن جبل ہیں عرض کیا جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا عوف بن مالک ہیں ہم نے عرض کیا جی ہاں ہیں آپ نے ہماری طرف محو خرام ناز ہوئے۔ نہ آپ ہم سے کوئی سوال فرماتے اور نہ ہم آپ سے حتیٰ کہ آپ اس جھنڈ سے اپنی قیام گاہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ تب آپ نے فرمایا میں تمہیں اس امر کی خبر نہ دوں جس کا اختیار ابھی ابھی میرے رب نے مجھے دیا ہے۔ ہم نے عرض کی ضرور بتلائیں۔

آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے اختیار دیا ہے کہ میری دوتہائی امت کو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل کردے اور یا مجھے حق شفاعت دے دے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے کس امر کو اختیار فرمایا تو آپ نے فرمایا میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا۔ ہم سب نے مل کر عرض کی یا رسول اللہ ہمیں بھی اپنی شفاعت کے قابل لوگوں میں شامل فرما لیں۔آپ نے فرمایا میری شفاعت تمام اہل اسلام کیلئے ہے۔ (۱۳۲/۸ابن حبان)

(۷) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں ہم حضور کے ساتھ تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لشکر سارا دن سفر میں رہے۔ رات ہوئی تو پڑاؤ ڈالا۔ نبی کریم اپنے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے اور چار آدمی آپ کے گرد سو گئے۔ان میں سے ایک ابو طلحہؓ انس کی ماں کے خاوند بھی تھے جب رات کافی گزر گئی تو انہوں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا کہ نبی کریم اپنے کجاوے کے پاس موجود نہیں۔ وہ حضور کی تلاش میں نکلے دیکھا کہ آپ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کہاں تھے۔ ہم تو آپ کو نہ دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔آپ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا میں نے چکی کی آواز کی طرح آواز سنی میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا۔ میں چلا تو سامنے سے جبریل تشریف لائے انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وقت آپ کے پاس ایک خبر دے کر بھیجا ہے اور وہ یہ کہ آپ یا تو یہ پسند فرمالیں کہ آپ کی آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے یا پھر قیامت کے دن شفاعت میں اپنی امت کیلئے شفاعت کو اختیار کیا۔ ان چار آدمیوں نے عرض کی یا نبی اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔آپ نے فرمایا تم پر شفاعت واجب ہو گئی پھر حضور اور وہ چار آدمی اور دس آدمیوں سے ملے۔ انہوں نے کہا ہمارے نبی الرحمۃ کہاں تھے ان کو بھی ساری بات بتائی گئی۔ انہوں نے کہا ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ حضور نے ان سے بھی فرمایا تم پر شفاعت واجب ہو گئی۔ پھر حضور کی ملاقات ایک جم غفیر سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر لوگوں میں آواز لگائی یہ ہمارے نبی الرحمہ ہیں حضور نے ان سے بھی سارا واقعہ

بیان فرمایا انہوں نے بھی عرض کی ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے آپ نے تین مرتبہ پکار کر فرمایا میں اللہ تعالیٰ کو ہر اس آدمی کو گواہ بناتا ہوں جو میری آواز سنتا ہے کہ میری شفاعت ہر اس آدمی کیلئے ہے جو اس حال میں مرے کہ اس نے خدا کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (۲/۲۳۴ طبرانی اوسط)

(۸) جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہو گا تو مومن کہیں گے خدا تعالیٰ نے بے شک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اب دربار خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا۔ ان میں سے بعض کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کی طرف چلو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور ان سے ہمکلام بھی ہوا۔ پس لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے خدا تعالیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اور فیصلہ سے فارغ ہو گیا اب آپ ہماری سفارش فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر مومن حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ کے پاس جانے کو کہیں گے۔ جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی اُمی عربی کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں سب لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا۔ میں دربار خداوندی میں کھڑا ہوں گا۔ میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ میں رب کریم کے دربار میں آؤں گا پھر میں شفاعت کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِيْ نُوْرًا مِنْ شَعْرِ رَأْسِيْ اِلٰى ظُفْرِ قَدَمِيْ

اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے

جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے

سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

پھر کفار کہیں گے کہ مومنوں نے تو اپنا سفارشی پا لیا اب ہماری سفارش کون کرے گا۔ سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں وہی ہے وہ اس کے پاس آ کر کہیں گے۔ مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ہے۔ ابلیس کھڑا ہو گا اس کی مجلس نہایت بدبودار ہو گی۔ پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا کہ فیصلہ ہو چکا کہ

اِنَّ اللہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا کر دیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کر دیا۔ (۳۲۰/۱۷ طبرانی کبیر' ۲/۲۲۴ دارمی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جو حضور کی نورانیت اور بشریت دونوں کو مانتے تھے ان کو قیامت کے دن بھی حضور کی نورانیت کے جلوے نظر آئیں گے۔ ان کو حضور کی مجلس نصیب ہو گی وہ ایسی خوشبو محسوس کریں گے کہ آج تک انہوں نے ایسی خوشبو محسوس نہیں کی ہو گی۔ وہ حضور کی اس نوری محفل میں آ کر اپنا مقصود مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نورانیت مصطفیٰ کے قائل آج حضور کو سراپا نور دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس نورانیت سے اس قدر مستفیض ہوں گے کہ

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ

قیامت کے دن تو دیکھے گا مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

ثابت ہوا جو حضور کو دنیا میں نور مانتے اور جانتے تھے وہ قیامت کے دن اہل نور ہوں گے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

لیکن جنہوں نے سرکار دو عالم کو حضرت عبداللہ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے دیکھا یعنی جن لوگوں نے صرف آپ کی بشریت کو مدنظر رکھا اور نورانیت کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن حضور کی شفاعت سے محروم ہوں گے اور شیطانی گروہ قرار پائیں گے۔ ان کا کوئی یارومددگار نہ ہوگا وہ تاریکیوں کے سمندر میں مستغرق ہوں گے۔ وہ مومنوں کے نور کو دیکھ کر نور کی تمنا کریں گے چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْ وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا

ترجمہ: قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں ان کو جواب ملے گا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر وہاں سے نور تلاش کرو۔

شفاعت بالوجاہت

انبیاء علیہم السلام عموماً اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت رکھتے ہیں وہ گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مقام خدا کی بارگاہ میں ہے۔ وہ کسی اور نبی کا نہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔

اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّىْ وَلَا فَخَرَ

میں اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔

ایک روایت میں یوں ہے

اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا فَخَرَ

میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیاد عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں ہے۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا فَلَمْ اَرٰی رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ

میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق ومغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضور سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

چونکہ آپ خدا کی بارگاہ میں عزت کے انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اس لئے قیامت کے روز آپ گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے تو خدا تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حبیب رب دو جہاں نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کیلئے نور کے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے مگر میرا منبر خالی رہے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کے حضور اس خوف واندیشہ کے تحت کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھے جنت کی طرف بھیج دیا جائے اور میری امت جنت میں داخل ہونے سے رہ جائے لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا اے بار الٰہ ان کا حساب جلد شروع کیا جائے چنانچہ ان کو بلا کر حساب شروع کیا جائے گا۔ ان میں سے بعض محض رحمت خداوندی سے داخل جنت ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ میں سلسلہ شفاعت جاری رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے ان لوگوں کی تفصیلی فہرست دے دی جائے گی جن کو آگ میں بھیجا جاچکا ہوگا اور خازن جنت مجھ سے کہے گا کہ آپ نے رب قہار کے غضب کیلئے اپنی امت میں انتظام کیلئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ (۳/۴۴۶ طبرانی اوسط)

ایک اور حدیث میں ہے۔

اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیْنِیْ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَیَقُوْلُ قَدْ رَضِیْتَ یَامُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ اَیْ رَبِّ رَضِیْتُ. (بزار، طبرانی)

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے پکار کر فرمائے گا اے محمد! تو راضی ہو گیا میں عرض کروں گا اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

شفاعت بالمحبت

خدا تعالیٰ کو اپنے رسول پاک سے محبت ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہے تھے آپ تشریف لائے اور ان کے قریب بیٹھ گئے اور سنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ بنایا اور بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا۔ آپ نے ان صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو کو سنا اور تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ کلیم اللہ ہیں، عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور حضرت آدم صفی اللہ ہے لیکن الا وانا حبیب اللہ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ (۲۰۲/۲ ترمذی)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ خدا کو آپ سے محبت ہے تو اب سنیے کہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی کی جائے اور ہر طرح سے اس کے دل کو خوش کیا جائے۔ اس کی فرمائش قبول کی جائے اور اس کی سفارش کو منظور کیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے۔

کَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَایُؤْبَہُ لَہٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ

بہت سے گرد آلود بالوں والے خاکسار جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم

کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے گا۔

حدیث قدسی میں ہے کہ میرے محبوب بندوں کی شان یہ ہے کہ لَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ اگر میرا محبوب بندہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں۔

چونکہ خدا اپنے محبوب بندے کو راضی کرنے کیلئے اس کی بات مانتا ہے لہٰذا اللہ کا حبیب جب خدا کی بارگاہ میں اپنی امت کی شفاعت کرے گا تو خدا اپنے محبوب کو راضی کرنے کیلئے ضرور آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اس آیت کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِد" مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ

تب تو میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں رہے گا۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

فترضیٰ کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا قیامت میں چاہا تمہارا
فترضیٰ نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات تلاوت کیں۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْر" رَّحِیْم" ...... دعائے خلیل علیہ السلام

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ...... دعائے عیسیٰ علیہ السلام

پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور روئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کون سی چیز رلاتی ہے۔ حضرت جبریل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا حضور نے وہ کلمات بتائے (جو دعا میں کہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو

اِنَّا سَنُرۡضِیۡکَ فِیۡ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوۡؤُکَ

ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔ (مسلم شریف)

خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی ان کی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر کام ہو گا

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل قرآن (عام مسلمان) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی ہے یہ ہے

یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ

ترجمہ: اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو میرے بندو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو لیکن اہل بیت کرام فرماتے ہیں بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ ہے۔

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اِنَّھَا الشَّفَاعَۃُ لِیُعۡطِیَۃُ فِیۡ اَھۡلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَتّٰی یَقُوۡلَ رَضِیۡتُ

بے شک یہ عطیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے میں دے گا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے میں راضی ہو گیا ہوں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

رِضٰی جَدِّیۡ اَنۡ لَّا یَدۡخُلَ النَّارَ اَحَدٌ" (۱۱۴ تحقیق الفتویٰ)

میرے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ کوئی توحید کا پرستار آگ میں
داخل نہ ہوگا۔

شفاعت بالاذن

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وَلا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلاً
ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت فائدہ
دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا۔
اب سنیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی بارگاہ سے شفاعت کی اجازت
حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
ترجمہ: اے محبوب اپنے خاص اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں
کی معافی مانگو۔ اس آیت سے شفاعت اجازت ثابت ہے۔
حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَانْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ
میں کہوں گا میں شفاعت کیلئے ہوں میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت لوں
گا۔ نیز حضور سید المرسلین کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد
سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ مانگ عطا ہوگا شفاعت کر قبول ہوگی۔
سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی ورنہ تو کہا جا سکتا تھا کہ پہلے اجازت حاصل
کرو پھر شفاعت کرنا۔
حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نورانی منبر ہوگا اور میں بہت اونچے اور نورانی منبر پر ہوں
گا ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ نبی امی کہاں ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام کہیں گے ہم
ں تجھے کس کی طرف بھیجا گیا ہے وہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا نبی

امی عربی کہاں ہیں۔ اس کے پکارنے اور بلانے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتریں گے اور جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھٹکھٹائیں گے۔ پوچھا جائے گا کون ہیں کھٹکھٹانے والے تو آپ فرمائیں گے میں محمد واحمد ہوں۔ پوچھا جائے گا کیا آپ کو بلایا گیا ہے آپ فرمائیں گے ہاں چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپ اندر داخل ہوں گے۔ اللہ رب العزت آپ کے سامنے آشکارا ہوگا اور آپ سے پہلے کسی کیلئے بھی آشکارا نہ ہوگا آپ اس کی تجلی ذات کا مشاہدہ کریں گے اور سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے جن کے ساتھ نہ پہلے کسی نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی ہوگی اور نہ بعدازاں کوئی کرے گا آپ سے کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اِرْفَعْ رَأْسَکَ تَکَلَّم تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهُ (۸/ ۱۳۷ ابن حبان)

سر کو بلند کرو جو کہو گے سنا جائے گا شفاعت کرو قبول ہوگی۔ مانگو عطا ہوگا۔

کہا مصطفیٰ نے کہ اے رب العزت — گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولا — یہی آپ سے ہے سوالِ محمد
کہا حق نے سن کے کہ اے کملی والے — حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا — خدا ہو گیا ہم خیالِ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم)

اقسام شفاعت

شفاعت کی متعدد اقسام ہیں چند اقسام زیر بحث ملاحظہ ہو۔

نمبر ۱: شفاعتِ کبریٰ

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سورج دس گنا تیز ہو کر زمین سے بہت ہی نزدیک ہو جائے گا اور اس قدر گرمی دھوپ کی تیزی پسینہ کی کثرت ہو گی کہ الامان والحفیظ سینکڑوں سال اسی حال میں گزر جائیں گے کوئی پرسان حال نہ ہو گا۔ لوگ تنگ آ کر شفاعت کیلئے انبیاء کی تلاش میں نکلیں گے۔ ہر پیغمبر سے شفاعت چاہیں گے۔ سب سے اوّل حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں

گے اور رو رو کر عرض کریں گے اے آدم! آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا جنت آپ کو رہنے کیلئے عطا ہوئی کیا آپ ہماری مصیبت کو نہیں دیکھتے۔ اے آدم! چلئے رب العالمین کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں شاید آپ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ تمہیں خبر نہیں کہ آج رب العزت کو کتنا غصہ آیا ہے۔ میری مجال نہیں کہ آج میں اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں اور تمہارے لئے شفاعت کروں میں خود ڈرتا ہوں کہ آج کہیں مجھ سے محاسبہ نہ ہو جائے۔ میں نے خدا کی مرضی کے بغیر ایک دانہ کھالیا تھا۔

درسِ عبرت

حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دانہ خدا کی مرضی کے بغیر کھالیا جس کے کفارے میں تین سال تک روتے رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے رونے کی کیفیت یہ تھی کہ برسوں تک دو نالیاں پانی کی آپ کے آنسوؤں سے جاری رہیں جس میں سے پرندے، جانور، چوپائے پانی پیتے رہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جہان بھر کے رونے والوں کے آنسو آپ کے آنسوؤں کا دسواں حصہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ نے توبہ کے شکریہ میں تیس پیدل حج کئے۔ کعبہ کی بنیاد ڈالی اپنی بھول کی سب طرح سے خدا سے معافی مانگی تو بھی قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اے اولاد آدم! عمر بھر تمہارا کھانا حرام یا مشکوک لباس حرام یا ناپاک تمہارے منہ سے کفریہ کلمات واہیات خرافات نکلتے رہے۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کم تولنا، کم ناپنا تمہارا شیوہ رہا۔ کانوں سے حرام آوازیں، باجے گانے سنتے رہے۔ صغائر و کبائر کی آلودگیوں میں ملوث رہے۔ سوچو کیا منہ لے کر دربار خداوندی میں جاؤ گے۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام شفاعت سے انکار فرمائیں گے اور لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے اور کہیں گے کہ ان کے پاس جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔ وہ خدا کے مقرب رسول ہیں۔ سینکڑوں سال انہوں نے راہ خدا میں پتھر کھائے ہیں اور اپنے خون

میں نہائے ہیں۔ لوگ مایوس ہو کر حضرت نوح علیہ السلام کی تلاش کریں گے۔ امام غزالی نے درفاخرہ فی احوال الآخرہ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے رخصت ہو کر پورے ایک ہزار برس کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کی تلاش میں صرف ہو گا۔ ہزار برس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات ہو گی۔ لوگ آپ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ آپ دنیا میں خدا کے پہلے رسول ہیں۔ خدا نے آپ کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے آج آپ ہماری حالت پر رحم کریں اور خدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے آج رب ذوالجلال اس قدر غضبناک ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے اس قدر ناراض ہوا نہ بعد میں ہو گا۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے دنیا میں میں نے بغیر اجازت اپنے بیٹے کی شفاعت کی تھی۔ رب تعالیٰ نے ناراض ہو کر فرمایا تھا اگر اب ایسا کیا تو اے نوح تمہارا نام دفتر نبوت سے کٹ کر ظالموں میں لکھا جائے گا۔ بھلا جب اپنے بیٹے کی شفاعت سے مجھے یہ حکم ہوا ہے تو اب میں کس طرح تمہاری شفاعت کروں تم حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس جاؤ انہیں خدا نے مرتبہ خلت عطا فرمایا ہے وہ تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ نفسی نفسی مجھے آج اپنی جان بچانے کا بڑا فکر ہے۔

درسِ عبرت

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرمائی ہے۔ سینکڑوں سال خدا کی راہ میں مصائب و آلام برداشت کئے۔ پتھر کھائے خون میں نہائے خوف الٰہی سے روتے رہے لیکن آج خدا سے ڈرتے ہیں ان لوگوں کا کیا ہو گا جو دنیا میں کچہریوں میں مجرموں کی ناجائز سفارشیں کرتے ہیں۔ تھانوں میں اپنے اثر و رسوخ سے چوروں' ڈاکہ زنوں کی سفارش کر کے قانون کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے زمیندار' مل مالکان' سیاستدان' ایم این اے' ایم پی اے اور وڈیرے دن رات مجرموں کی پشت پناہی کرتے ہیں جس بنا پر پاکستان میں لاقانونیت اپنے نکتہ عروج پر ہے۔ الغرض یہاں سے چل لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان کو تلاش کرنے میں پورا ایک ہزار سال لگ جائے گا۔ آپ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ یا

حضرت! خدا تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا نار نمرود آپ پر گلزار کی۔ آج ہم پر سخت مصیبت ہے آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلوایئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے آج غضب الٰہی کی کوئی حد نہیں میں نے اپنی عمر میں تین باتیں خلاف واقعہ اپنے منہ سے نکالی تھیں جن کی وجہ سے آج خدا کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

وضاحت

تین باتیں یہ ہیں کہ آپ نے کافروں سے بہانہ کیا کہ میں بیمار ہوں تمہارے ساتھ تمہاری عید میں نہیں جا سکتا۔ پھر آپ نے نمرود کا بت خانہ توڑ دیا۔ بتوں کے ناک' کان کاٹ دیئے' ہاتھ پیر توڑ دیئے جب بت پرست لوگ واپس آئے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ تلاش کیا کہ کس نے ایسا کیا ہے خبر لگی کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیا ہے۔ وہی اکثر بتوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے جب ابراہیم علیہ السلام کو بلا کور آپ پوچھا کہ یہ کام آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کام ان کے بڑے کا ہے۔

تیسری بات یہ کہ جب آپ اپنی اہلیہ حضرت سارہ کو اپنے ساتھ لے کر ملک شام کی طرف ہجرت کئے جاتے تھے۔ راستہ میں شہر مصر سے آپ کا گزر ہوا وہاں کا بادشاہ بدکار تھا جبراً عورتوں سے بدکاری کرتا تھا اور عورتوں کے خاوندوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جان کے خوف سے سارہ کو اپنی بہن کہہ دیا اپنی بیوی ہونا ظاہر نہ کیا۔ یہ تین باتیں ہیں جن کا خوف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر طاری ہے۔ دو باتیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کیلئے کیں اور ایک اپنی جان بچانے کیلئے۔ پہلی دو باتیں توحید کو ظاہر کرنے کیلئے' تیسری جان بچانے کیلئے جو کسی طرح عقل ونقل کی رو سے خلاف نہیں ہو سکتیں۔ باوجود اس کے کہ آپ حق پر تھے حق باتیں فرمائی تھیں مگر قیامت کے دن لرزتے' کانپتے اور نفسی نفسی پکارتے ہیں۔

درسِ عبرت

جب خلیل اللہ جدالانبیاء خدا کے پیارے ایک معمولی سی بات کا اتنا خوف کرتے ہیں

کہ حضور رب العزت کی بارگاہ میں جاتے ہوئے گھبراتے ہیں پھر کس خیال میں ہیں وہ لوگ جورات دن جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔ ایسے لوگ کس منہ سے خدا کی بارگاہ میں جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے لعنة الله علی الکاذبین جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ومن یلعن الله فلن تجدله نصیرا جس پر خدا کی لعنت ہو جائے اس کا کوئی مددگار نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کے منہ سے ایک بدبو آتی ہے جس کی بنا پر فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام شفاعت سے انکار کر دیں گے اور لوگوں کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ لوگ نہایت پریشانی اور مصیبت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ کر عرض کریں گے یا حضرت! آج ہماری تکلیف کا اندازہ فرمائیں۔ ہمارے حال پر رحم کریں۔ اللہ کے واسطے ہماری شفاعت کریں ہمیں اس رنج والم سے نجات دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ نہایت غضب ناک ہے۔ موسیٰ کی کیا مجال ہے کہ خدا کی بارگاہ میں لب کشائی کرے۔ لوگو! میں نے ایک قبطی کو تنبیہ کیلئے مارا تھا وہ میرے ہاتھ سے مر گیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آج مجھ سے اس بارے میں سوال نہ ہو۔ میں شفاعت کے قابل نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ خدا نے ان کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا خدا تعالیٰ نے ان کو بڑے بڑے معجزات عطا فرمائے۔ روح الامین سے ان کی تائید فرمائی۔

درسِ عبرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قتل کے ارادہ سے قتل کر دینے والی چیز سے اسے نہ مارا تھا بلکہ ایک ہاتھ مارا تھا مگر قضائے الٰہی سے وہ مر گیا۔ اس قتل کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین سے معافی بھی مانگ لی مگر معاف ہو جانے کے بعد اتنا خوف ہے کہ خدا کے سامنے جانے سے ڈرتے ہیں۔ شفاعت کرنے سے انکار کرتے ہیں اور نفسی نفسی پکارتے ہیں۔ اب غور کریں وہ مسلمان جورات دن ناحق خون ریزی کرتے ہیں۔

قتل و غارت کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ رات دن کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور بغیر توبہ کئے مر جاتے ہیں ایسے لوگ کس طرح خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

جب حضرت شفاعت سے انکار کریں گے تب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ آپ ہماری شفاعت فرمائیں آپ شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے میری قوم نے مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس بارے میں سوال ہو گا۔ آج خدا کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ خدا نے ان سے شفاعت کا وعدہ کیا ہے وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔ لوگ آپ کا نام سن کر بے چین ہو کر ایک ہزار سال کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرصہ دراز سے امت کے انتظار میں منبر سے اترے ہوئے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اپنی امت کو آتا دیکھ کر فرمائیں گے اے میرے امتیو! تم اتنے عرصے سے کہاں تھے۔ تمہارے انتظار میں سالہا سال کی مدت گزری پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے۔ مقام محمود عرش الٰہی کے قریب ایک عالی مقام ہے جہاں آج تک کوئی نبی مرسل فرشتہ نہ گیا اور نہ آپ کے سوا کوئی اور جائے گا۔ حق تعالیٰ نے خاص آپ کیلئے بنایا ہے۔ اس مقام پر خدا تعالیٰ آپ کے سامنے تجلی فرمائے گا۔ حضور سجدہ ریز ہوں گے۔ ارشاد ہو گا کیا کہتے ہو کیا مانگتے ہو حضور عرض کریں گے الٰہی اپنی مخلوق کا حساب شروع فرما۔ حضور کی شفاعت کے نتیجے میں مخلوق کا حساب شروع کیا جائے گا۔

نکات

نمبر ۱ نکتہ: اس دن واضح ہو جائے گا کہ مقام مصطفیٰ کیا ہے؟ ان کی رسائی دربار خداوندی میں کتنی ہے؟ کوئی بھی مقرب ترین رسول و نبی ان کے توسل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان سے توسل کرنا اور بارگاہ الٰہی میں حل مطالب کیلئے ان سے استمداد شرک نہیں ہو سکتی ورنہ تو نور جلال کے بے حجابانہ سامنے ہونے پر غیر اللہ کی پناہ حاصل نہ کی جاتی اور

سیدھے ہی اللہ تعالیٰ سے حساب و کتاب شروع فرمانے کا مطالبہ کر دیا جاتا یہاں نور جلال خداوندی آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود توسل و استمداد پر شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور وہاں ساری امتیں بلکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جیسی ہستیاں بھی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں استمداد و استعانت کیلئے حاضر ہوں گے حالانکہ نبی کی ذات میں کفر وشرک کا وہم بھی ممکن نہیں ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

نمبر۲ نکتہ: میدان حشر میں شفیع اور سفارشی کی تلاش کرنے والے پہلے پہل دربار مصطفیٰ میں حاضر نہ ہوں گے بلکہ پہلے اور انبیاء کی بارگاہ میں حاضری دیں گے حالانکہ شفیع کی تلاش وسیلہ کی طلب ان میں عالم غیب سے پیدا کی جائے گی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے فَیُلْهَمُوْنَ لِذَالِکَ انہیں اس طلب وتلاش وسیلہ کا الہام کیا جائے گا تو انہیں الہام یہ کر دیا جاتا کہ ابتداء حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور فوراً حصول مقصد میں کامیاب ہو جاتے اور بار بار ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا اور در بدر کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑتیں۔

محدثین نے بیان فرمایا اگر شروع ہی میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی شفاعت سے بہرہ ور ہو جاتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شفاعت اور بھی کر سکتے تھے اور قبول بھی ہو سکتی تھی لیکن ان سے مطالبہ نہیں کیا گیا جب تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور بغیر مقصد حاصل کئے واپس لوٹے تو واضح ہو گیا کہ دربار خداوندی میں آج صرف انہیں کی رسائی ہے۔

خلیل و نجی کلیم و مسیح سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے
فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر میں
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

نمبر۳ نکتہ: تمام انبیاء کرام اور رسل عظام میں سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو ہی یہ خصوصی منصب عطا ہوگا اور وہی شفاعت کی جرأت فرمائیں گے۔ دوسرے اولوالعزم رسول مختلف عذر پیش کریں گے اور بارگاہ رب ذوالجلال میں لب کشائی کرتے ہوئے ہچکچائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی مقام ہیبت وخوف میں ہوگا لیکن محبوب خدا کا مقام مقام امن ہوگا اور اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری حیات میں ہی مغفرت اور بخشش تام کی بشارت دی گئی۔ خدا فرماتا ہے:

لِیَغفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ

ترجمہ: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

ب: خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو شرمندہ نہیں کرے گا اور رسوا نہیں ہونے دے گا۔

ج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اور تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے نیز فرمایا۔

کُلُّھُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِی وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاکَ یَا مُحَمَّدُ

ساری مخلوق میری رضا چاہتی ہے اور اے محبوب میں تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی کہیں گے۔

د: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃً مُسْتَجَابَۃً وَاِنِّیْ اخْتَبَاتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ فَھِیَ نَائِلَۃٌ مِنْکُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا

ترجمہ: بے شک ہر نبی کیلئے ایک مقبول دعا ہے اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کیلئے بچا رکھا ہے لہٰذا یہ دعا تم میں سے انشاء اللہ ہر اس شخص

کوشامل ہوگئی جو ایمان کے ساتھ ہوا اور شرک سے بری ہو کر فوت ہوا۔

ہر نبی نے اپنی اس دعا کو دنیا میں استعمال کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ قبولیت سے سرفراز فرمایا کسی نے اپنی قوم سے تنگ آ کر ان کیلئے دعائے ہلاکت فرمادی کسی نے اپنے لئے ملک عظیم کا مطالبہ کر لیا کسی نے اپنی اولاد میں امامت و نبوت کی التجا کی لیکن نبی الرحمۃ نے میدان حشر کے مصائب و شدائد کے پیش نظر اپنے اس حق کو محفوظ رکھا اسی لئے آج اس کریم کے وعدۂ کرم پر اعتماد کرتے ہوئے سربسجود ہو کر شفاعت کے طلبگار ہوں گے۔

ن: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی۔ دوبارہ حکم فرمایا کہ دو قرأتوں پر پڑھوں۔ میں نے پھر مراجعت کی اور امت پر سہولت فرمانے کی درخواست کی۔ تیسری بار وحی نازل فرمائی کہ سات قرأتوں پر پڑھوں اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا اختیار دیا جاتا ہے گویا تین دعائیں مانگنے کا تمہیں اختیار ہے جنہیں رد نہیں کیا جائے گا۔ حضور فرماتے ہیں میں نے اپنی امت کے صغائر و کبائر کی مغفرت کیلئے دو دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں

اللّٰھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی اور وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَّرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ (مسلم شریف)

ترجمہ: اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کیلئے محفوظ کر رکھا ہے جبکہ ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم بھی میری شفاعت کیلئے راغب ہوں گے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

ی: ابتدائے آفرینش میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن شافع امت ہوں گے۔ تاج شفاعت ان کے سر اقدس پر ہوگا جب قیامت کے دن جہنم کو میدان حشر میں لایا جائے گا تو اس خوفناک منظر کو دیکھ کر بڑے بڑے جلیل القدر

پیغمبر نفسی نفسی پکارنے لگیں گے لیکن امام الانبیاء کی زبان پر امتی امتی کے الفاظ ہوں گے۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو معراج کی رات جہنم کے تمام درجات کی سیر کرا دی تمام ہولناک مناظر کا مشاہدہ کرا دیا تا کہ قیامت کے دن جہنم کو دیکھ کر آپ خوفزدہ نہ ہوں اور آپ سے شفاعت کبریٰ جیسے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جائے۔

نمبر ۴ نکتہ: تمام انبیاء کرام میں سے صرف پانچ کا ذکر فرمایا گیا۔ حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور باقی انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا گیا حالانکہ اہل محشر ہر ایک سے شفاعت کی درخواست کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانچ حضرات مشہور رسل ہیں۔ مدتوں ان کی شریعتوں پر عمل کیا جاتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ حضرت نوح پہلے رسول اور آدم ثانی ہیں۔ حضرت ابراہیم چار ہزار انبیاء کے باپ ہیں۔ حضرت موسیٰ بہت بڑی امت کے نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

نمبر ۵ نکتہ: ہر حاکم قائد رئیس اور سید کا علم اور جھنڈا ہوتا ہے جو اس کی سیادت قیادت' امارت و امامت کی دلیل و علامت ہوتا ہے۔ محبوب خدا قیامت کے قائد المرسلین امام النبیین ہوں گے لہٰذا ان کیلئے بھی علم ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔

بنیٔ پرنور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

نمبر ۶ نکتہ: سید عبدالعزیز دباغ مصری نے لواء الحمد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ لواء الحمد وہ نور ایمان ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضوفشاں ہوگا اور ایک بلند جھنڈے کی شکل میں نمودار ہوگا۔ آپ آگے آگے قائدانہ شان سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور امتیں اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے چل رہی ہوں گی۔ ہر امت اپنے نبی کے علم کے نیچے ہوگی اور ان کے نبی کا علم قائد المرسلین کے لواء الحمد سے نور لے رہا ہوں گا اور اس سے مستفید' مستنیر اور مستفیض ہوگا۔

تمام انبیاء کرام اپنی امتوں کے ساتھ سرور عالم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور

آپ کی امت دوسری جانب۔ اس امت میں اتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنی انبیاء کی تعداد ہو گی۔ ان میں سے ہر ولی کے ہاتھ میں جھنڈا ہو گا اور اتنے اس کے پیروکار ہوں گے جتنے ہر نبی کے ساتھ اس کے امتی ان کے جھنڈے نبی کریم کے جھنڈے سے نور حاصل کر رہے ہوں گے جیسے کہ نبیوں کے جھنڈے لواء الحمد سے نور حاصل کر رہے ہوں گے۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا　　تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا　　سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

نمبر۲: دوسری قسم کی شفاعت یہ ہو گی کہ حضور کی شفاعت سے آپ کی امت کے بعض خوش قسمت لوگ بلاحساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام قیس سے جنت البقیع کے بارے میں فرمایا۔

يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْهَا سَبْعِيْنَ اَلْفًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ　(۲۶۲/۱۲ کنز العمال) (۸۴ نوادر الاصول)

ترجمہ: قیامت کے دن جنت البقیع سے ستر ہزار آدمی اللہ تعالیٰ ایسے اٹھائے گا جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔

حدیث نمبر۲: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کے حرم کے بارے میں فرمایا۔

يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ وَمِنْ هٰذَا الْحَرَمِ كُلِّهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ يَشْفَعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفِ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ　(۲۸۴/۱ شفاء الغرام باخبار البلد الحرام)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس جگہ اور اس حرم سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے گا جو بغیر

حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں سے ہر آدمی ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے۔

حدیث نمبر ۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

عَسْقَلَانُ اِحْدَی الْعُرُوْسَیْنِ یُبْعَثُ مِنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ (۱۲/۳۹۰ کنز العمال)

ترجمہ: عسقلان دو دلہنوں میں سے ایک ہے قیامت کے روز اس سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے جائیں گے جن پر حساب نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر ۴: سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ مَدِیْنَةٍ بِالشَّامِ یُقَالُ لَهَا حِمْصُ سَبْعِیْنَ اَلْفًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَذَابَ (۱۲/۲۷۴ کنز العمال)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شام کے شہر حمص سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے گا جن پر حساب وعذاب نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۵: کوفہ کے ایک بزرگ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ

اِنَّهٗ یَحْشُرُ مِنْ ظَهْرِهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِلَاحِسَابٍ

(۱۲/۱۹۰ تاریخ بغداد)

ترجمہ: کوفہ سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے جائیں گے جو بغیر حساب داخل جنت ہوں گے۔

حدیث نمبر ۶: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چمکتے چہروں کے ساتھ ایک گروہ نکلے گا جس نے افق کے کناروں کو بھرا ہوا ہوگا۔ ان کا نور آفتاب کی طرح ہوگا۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا امی نبی آواز آئے گی۔ ہر نبی امی ہے کہا جائے گا محمد اور ان کی امت پس وہ بغیر حساب وعذاب داخل جنت ہوں گے۔ پھر ایک گروہ چمکتے چہروں کے ساتھ نکلے گا جن کا نور چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اُمی نبیؐ آواز آئے گی ہر نبی امی ہے کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم اور ان کی امت پس وہ بلا حساب و عذاب داخل جنت ہوں گے۔ پھر ایک گروہ چمکتے چہروں کے ساتھ نکلے گا جس نے افق کے کناروں کو بھرا ہو گا۔ ایک ندا دینے والا کہے گا امی نبی کہا جائے گا ہر نبی امی ہے کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی امت اور اس گروہ کا نور بڑے آسمانی ستارے کی طرح ہو گا اور یہ بھی بلا حساب و عذاب داخل جنت ہوں گے۔ (۱۲/۳/۱۷ کنزل العمال)

حدیث نمبر ۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلَ زُمْرَةٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لاَ حِسَابَ عَلَیْهِمْ صُوْرَةُ كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ

(۲/۱۶۱ تاریخ بغداد، ۳/۹۲ مشکوٰۃ)

ترجمہ: میری امت کا پہلا گروہ ستر ہزار کی تعداد میں جنت میں داخل ہو گا۔ ان پر کوئی حساب نہ ہو گا۔ ان میں سے ہر آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گا۔

حدیث نمبر ۸: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے تین ثلث (تہائیاں) ہوں گے

فَثُلُثٌ" یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَثُلُثٌ" یُحَاسِبُوْنَ حِسَابًا یَّسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: ایک تہائی بغیر حساب داخل جنت ہو گا اور ایک تہائی آسان حساب کے ساتھ داخل جنت ہو گا۔

اور تیسری تہائی کے بارے میں فرشتے کہیں گے یا اللہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے خدا فرمائے گا۔ انہوں نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان کو لا الہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے داخل جنت کر دو اور ان کے گناہ ان پر لاد دو جو مجھے جھٹلاتے تھے۔

(۹/۱۸۷ طبرانی کبیر)

حدیث نمبر ۹: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت سے چار لاکھ آدمیوں کو بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ! ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اور اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائی اور لوگوں کو دکھائی۔ ابوبکر نے پھر کہا یا رسول اللہ ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیے۔ آپ نے پھر لپ بنا کر فرمایا اتنا اور عمر نے کہا ابوبکر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ ابوبکر نے کہا اے عمر! تمہارا کیا نقصان ہے اگر خدا تعالیٰ ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی مخلوق کو ایک مٹھی بھر کر جنت میں داخل کر دے۔ نبی کریم نے فرمایا عمر نے سچ کہا ہے۔ (۳/۸۷ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۱۰: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کی کنیز حضرت زائدہ سے فرمایا میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو میرے پاس دیر سے کیوں آتی ہے اس نے عرض کی آج میں جنگل میں لکڑیاں چننے گئی تھی ایک عجیب واقعہ دیکھا میں نے لکڑیاں چن کر ایک پتھر پر رکھ لیں۔ میں نے ایک سوار کو زمین و آسمان کے درمیان دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ رسول خدا کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ آپ کو بشارت ہو کہ آپ کی امت تین طرح سے جنت میں داخل ہو گی۔ ایک گروہ بلاحساب و کتاب، دوسرا گروہ آسان حساب سے داخل جنت ہو گا۔ تیسرا حضور کی شفاعت سے یہ کہہ کر وہ آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں لکڑیوں کا گٹھا اٹھا نہ سکی۔ اس نے پتھر سے کہا یہ گٹھا فاروق اعظم کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور صحابہ کے ساتھ اس پتھر کو دیکھنے آئے اور فرمایا زائدہ مثل مریم ہے جس سے فرشتوں نے کلام کیا کیونکہ زائدہ کے ساتھ کلام کرنے والا رضوان جنت تھا۔ (۴۱۶ کشف المحجوب)

حدیث نمبر ۱۱: بلادیمن سے ایک آدمی حضرت کعب احبار کے پاس آیا اور کہا میں فلاں یہودی عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تو ہم عزت و اکرام والا تھا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو دین موسوی کو چھوڑ کر دین محمدی میں داخل ہو گیا ہے۔ اس نے کہا جب تو واپس اس یہودی کے پاس جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا تا کہ وہ بھاگ نہ جائے اور اسے

کہنا تجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ کو ان کی والدہ کی طرف واپس کیا۔ ان کیلئے دریا پھاڑا اور ان کو تورات کی تختیاں عطا کیں۔ کیا تو کتاب (تورات) میں یہ لکھا ہوا نہیں پاتا کہ امت مصطفیٰ کے تین ثلث ہوں گے۔ ایک تہائی بغیر حساب' دوسرا رحمت خداوندی سے اور تیسرا آسان حساب کے ساتھ داخل جنت ہو گا۔ ان تینوں میں سے مجھے جس میں چاہو شمار کر لو۔ (۱۲۸ حجۃ اللہ)

نمبر۳: شفاعت کی ایک قسم یہ ہے کہ جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو داخل جنت کرائیں چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام عرش الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اولاد میں سے جنت دوزخ کی طرف جانے والوں کو ملاحظہ کرتے ہوں گے۔ یکایک آپ کی نگاہ ایک مسلمان پر پڑے گی جسے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچے لئے جاتے ہوں گے۔ حضرت آدم بے چین ہو کر پکاریں گے اے احمد! ادھر آؤ دیکھو یہ آپ کی امت کا شخص ہے ملائکہ اسے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ حضرت آدم کی آواز سن کر میں فرشتوں سے کہوں گا کہ اے میرے مولا کے سپاہیو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ ملائکہ عرض کریں گے کہ ہم خدا کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ آپ خدا کی بارگاہ میں عرض کریں۔ یہ سن کر حضور عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہو کر عرض کریں گے الٰہی تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم امت کے بارے میں تجھے غمگین نہ کریں گے۔ ارشاد ہو گا فرشتو ٹھہرو! میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کرو اور اس بندے کو میزان کی طرف لے چلو۔ ملائکہ اسے میزان کی طرف لے کر چلیں گے اور حضور ایک چھوٹا سا پرچہ نہایت سفید اپنے پاس سے نکال کر میزان عدالت کے دائیں پلڑے میں رکھ کر فرمائیں گے کہ بسم اللہ ترازو اٹھاؤ۔ اس پرچہ کے ترازو میں رکھتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ پکارے گا لو اس کی نجات ہو گئی۔ یہ بخشا گیا۔ اسے جنت میں لے جاؤ۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا اے نیک صورت' نیک سیرت آپ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے

میں تیرا نبی محمد رسول اللہ ہوں اور یہ پرچہ کاغذ کا وہ درود تھا جو تو نے کسی وقت مجھ پر بھیجا تھا۔(ا/۳۵۷ جواہر البحار)

فقط ایک ذات ہے مصطفیٰ کی جو کہ محشر میں بھی کام آئے
کوئی انسان ورنہ کسی کا حشر تک ساتھ دیتا نہیں ہے

نمبر ۴: جو مجرم نار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے انہیں حضور وہاں سے نکلوا کر جنت میں داخل کریں گے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہنے والے بعض لوگ اپنی شامت اعمال کی بنا پر جہنم میں جائیں گے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوگا کہ یہودی نصرانی اور بت پرست لوگ ان مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کہیں گے اے لوگو! تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا آج تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا۔ ہم بت پرست اور تم خدا پرست برابر آج آگ میں جل رہے ہیں۔ پس برابر ہو گیا لا الہ الا اللہ کہنا اور بت پرستی کرنا اور برابر ہو گئی خدا کی عبادت اور بتوں کی پرستش۔ جب یہ کلام کفار کے منہ سے نکلے گا فوراً دریائے رحمت الٰہی جوش میں آئے گا اور خدا تعالیٰ غضبناک ہو کر فرمائے گا۔ آج کفار نے ہمیں بتوں کے برابر کر دیا اور توحید اور شرک کو یکساں بنا دیا۔ اے جبریل جلدی جاؤ اور دیکھو کہ جہنم میں گناہ گار مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ جبریل عرض کریں گے الٰہی تو خوب جانتا ہے جو کچھ ان کا حال ہے لیکن ان قیدیوں کی طرف نظر رحمت کا سبب کیا ہے۔ ارشاد ہوا اے جبریل آج بت پرستوں نے ہمیں بتوں کے برابر کر دیا ہے اور کافروں نے مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ کام نہ آنے کا طعنہ دیا ہے۔ جبریل یہ سن کر ہمارا دریائے رحمت جوش پر آیا ہے اور اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ گناہ گار مسلمان بخش دیئے جائیں۔

حضرت جبریل یہ سن کر دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے۔ مالک جہنم آپ کو آتا دیکھ کر اپنے لوہے کے منبر سے اترے اور کہے گا آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا؟ حضرت جبریل فرمائیں اے مالک بتا دوزخ میں مصطفیٰ کی امت کے گناہ گاروں کا کیا حال ہے؟ مالک عرض کرے گا آپ ان کا حال کیا پوچھتے ہیں ان کی حالت نہایت بری ہے۔ بڑے تنگ

مکان میں مقید ہیں۔ آگ نے ان کے جسم جلا ڈالے ہیں۔ ہڈیاں سوختہ کر دی ہیں۔
صرف ان کے دل اور زبان باقی ہے کہ وہ ایمان کی جگہ تھے۔ باقی سب کچھ جل گیا۔
جبریل فرمائیں گے جلدی کر حجاب ہٹا دے دروازہ کھول دے کہ میں اپنی آنکھوں سے ان
کا حال دیکھوں۔ مجھے رب العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آؤ۔ مالک
جہنم دروازہ کھول دے گا۔ سر پوش ہٹا لے گا۔ حضرت جبریل دوزخ میں جا کر دیکھیں گے
کہ لوگ بڑی بری حالت میں ہیں جب دوزخی حضرت جبریل کو دیکھیں گے تو مالک سے
پوچھیں گے یہ کونسا فرشتہ ہے؟ ہم نے آج تک ایسا خوبصورت فرشتہ دیکھا نہیں وہ کہے گا
یہ جبریل ہے جو وحی لے جاتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ حضور کا نام
سن کر دوزخی شور وغل مچائیں گے پھر رو رو کر عرض کریں گے جبریل للّٰلہ ہمارا اسلام
ہمارے نبی محترم کو پہنچا دیں اور ان سے کہنا کہ ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ آپ
ہماری شفاعت کیجئے۔ حضرت جبریل گناہ گاروں سے وعدہ فرمائیں گے کہ میں ضرور
تمہاری حالت زار تمہارے نبی تک پہنچاؤں گا۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر جبریل اپنے
مقام میں آئیں گے تو ارشاد رب العزت ہو گا۔ اے جبریل! امت محمدیہ کا کیا حال ہے
عرض کریں گے اللہ تو بہتر جانتا ہے۔ وہ نہایت تنگ حال اور بڑے سخت عذاب میں ہیں۔
اس ہمکلامی کی لذت میں جبریل امت محمدیہ کے ساتھ کیا گیا وعدہ بھول جائیں گے۔ آخر
خدا یاد دلائے گا جبریل عرض کریں گے ہاں میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا اسلام نبی
کی بارگاہ میں پہنچاؤں گا اور جو عذاب کی تکلیف ہے وہ بھی ان کو بتاؤں گا۔ ارشاد ہو گا
جبریل جاؤ آپ کو اطلاع دو۔ حضرت جبریل حضور کی خدمت میں آئیں گے۔ آپ اس
وقت ایک موتی کے محل میں ہوں گے۔ جبریل رو رو کر عرض کریں گے میں آپ کی امت
کے پاس سے آیا ہوں جو جہنم کے عذاب میں گرفتار ہے۔ انہوں نے آپ کو رو رو کر سلام
کہا ہے اور عرض کی ہے کہ ہماری خبر لیجئے۔ حضور سنتے ہی لبیک لبیک امتی کہتے ہوئے عرش
کے نیچے حاضر ہوں گے اور سجدے میں گر جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی وہ حمد وثنا بیان کریں
گے جو کسی نے بھی نہ کی ہو گی۔ سات دن کی مدت کے بعد حکم ہو گا اے نبی! سر اٹھاؤ مانگو

کیا مانگتے ہو شفاعت کرو قبول ہو گی۔ یہ سن کر حضور امتی امتی کہیں گے اللہ فرمائے گا جس نے ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا ہے جاؤ اس کو جہنم سے نکال لاؤ۔

تہ عرش سجدے میں سر کو جھکایا	بکھر کر زلفوں نے یہ رنگ لایا
خدا نے نبی سے یہ کہہ کر اٹھایا	کہ پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں
محمد نے رو کر کہا یا الٰہی	مانگتی ہے میرے گیسوؤں کی سیاہی
گناہ گار امتی کی کر دے رہائی	یہ گیسو میرے اے خدا مانگتے
خدا نے کہا نہ گھبرا محمد	میرے سامنے عرش پر آیا محمد
تو چاہے جسے بخشوا یا محمد	کہ پیارے تری ہم رضا چاہتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد اہل جنت کو اطلاع کر دیں گے۔ اے لوگو! محمد رسول اللہ نے شفاعت کا دروازہ کھلوایا ہے۔ اے اہل جنت تم میرے ساتھ چلو اور جس کو تم پہچان لو اس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکال لو۔ یہ اعلان سن کر بہت سے مخلوق آپ کے ساتھ ہو جائے گی۔ حضور ان کو ساتھ لے کر جہنم کی طرف شفاعت کیلئے تشریف لے جائیں گے۔ یہ وہ مبارک مجمع ہو گا کہ چشم فلک نے ایسا اجتماع کبھی دیکھا نہ ہو گا۔ مالک جہنم حضور کیلئے کھڑا ہو جائے گا۔ حضور رو رو کر فرمائیں گے مالک بتا میری امت کا تو نے کیا حال کیا؟ انہیں کیا کیا عذاب دیا۔ مالک عرض کرے گا یا حضرت وہ تو نہایت عذاب اور تکلیف میں مبتلا ہیں۔ حضور فرمائیں گے اے مالک! جہنم کا دروازہ جلد کھول دے تا کہ میں اپنی آنکھوں سے ان کا حال دیکھ لوں۔ مالک جہنم کا سرپوش اٹھالے گا جس وقت حضور کے حسن با کمال کو دیکھیں گے چلا کر کہیں گے۔

یَا مُحَمَّدَ اَحْرَقَتِ النَّارَ جُلُوْدَنَا وَاَکْبَادَنَا وَوُجُوْدَنَا

آگ نے ہماری کھال، جگر اور جسم جلا دیئے۔

حضور ملائکہ کو حکم دیں گے ان کو جہنم سے باہر نکالو۔ یہ سن کر فرشتے بے شمار مسلمانوں کو دوزخ سے باہر نکالیں گے وہ لوگ کوئلے کی طرح جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ اب کہاں جنت اور کہاں یہ سوختہ جان۔ حضور عرض کریں گے یا اللہ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ

میں ان کو جنت میں لے جاؤں۔ ارشاد ہو گا ہم نے ان کو دوزخ میں جلا کر کوئلہ بنا دیا ہے۔ ہم ہی ان کو جنت کے قابل بنائیں گے۔ رضوان جنت کو حکم ہو گا نہر حیات کا رخ ادھر موڑ دو۔ حکم الٰہی سے رضوان جنت نہر الحیات کو جہنم کے دروازے کے قریب بھیج دے گا۔ حضور فرمائیں گے ان جلے ہوئے لوگوں کو اس میں ڈال دو۔ فرشتے ان کو اس نہر میں ڈال دیں گے۔ تھوڑے عرصے کے بعد ایک ایک سوختہ اور کوئلہ چودھویں رات کا چاند بن کر باہر نکلے گا اور پیارے نبی کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر ابدالآباد کیلئے جنت میں آباد ہو جائیں گے اور زبان حال سے کہیں گے۔

نوحؑ کو بھی موج طوفاں سے کنارہ مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لطف نظارہ مل گیا
الغرض ہر ایک بے چارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمد کا سہارا مل گیا

جب کفار بت پرست گناہ گار مسلمانوں کو جنت کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں گے تو اس وقت تمنا کریں گے کاش ہم بھی لا الہ الا اللہ کہہ لیتے تو آج ضرور بخش دیئے جاتے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (۱۰۱ احسن)

بہت سے کافر اس وقت تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہو جاتے۔

نمبر ۵: تخفیف عذاب کیلئے شفاعت

کفار کے حق میں تخفیف عذاب کے واسطے آپ کی شفاعت قبول کی گئی ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا۔ خدا کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کیلئے کافروں سے لڑتا تھا۔ حضور نے فرمایا میں نے اسے یہ فائدہ پہنچایا کہ

وَجَدتُّهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو میں نے کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔

ایک روایت میں لَوْلَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ میں سب سے نچلے گڑھے میں ہوتے۔ (۴/۸۳ بخاری)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور کو دودھ بھی پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس نے اسے بہت بری حالت میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ (۳/۲۴۳ بخاری)

اعتراض اول: خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیونکر متصور ہو سکتی ہے۔

الجواب: امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی ہے۔ (۹/۱۱۹ فتح الباری)

اعتراض دوم: غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ غیر مسلم کا خواب حجت نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ غیر مسلم کا خواب سچا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے انہوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان و توحید کی دعوت دی لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خواب جو انہوں نے کفر کے زمانے میں دیکھا تھا سچا ہو سکتا ہے۔

اعتراض سوم: ابولہب نے تخفیف عذاب کی خبر عالم برزخ سے دی اور عالم برزخ میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں۔

الجواب: جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پوچھا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر سوال ہوتا ہے وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا اگر عالم برزخ میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں تو فرشتوں کو کہنا چاہئے کہ یہ کافر جانتا ہے لیکن جان بوجھ کر بتا نہیں رہا لہٰذا اس کی قبر میں جنت کا فرش بچھا دو۔ یہ سب کچھ جانتا ہے بلکہ اس کے برخلاف اس کافر کی خبر کا اعتبار کر کے اس کی قبر میں آگ کا فرش بچھا دیا جاتا ہے۔

نمبر۶: روضہ اقدس کی حاضری دینے والے کی شفاعت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اور ایک حدیث میں ہے۔

مَنْ جَاءَ نِیْ زَائِراً لَا تَعْمَلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلٰی اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ (جذب القلوب ۲۹۹)

ترجمہ: جو خالص میری زیارت کو آئے اور اسے سوائے اس کام کے دوسرا کام کوئی نہیں مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع بنوں۔

نمبر۷: اہل مدینہ کی شفاعت

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ مَّاتَ فِی الْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ (۳۷ جذب القلوب)

جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

ایک اور حدیث میں ہے

مَنِ اسۡتَطَاعَ اَنۡ یَّمُوۡتَ بِالۡمَدِیۡنَۃِ فَلۡیَمُتۡ فَمَنۡ مَّاتَ بِالۡمَدِیۡنَۃِ کُنۡتُ لَہٗ شَفِیۡعًا وَشَہِیۡدًا (جذب القلوب ۳۷)

جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں اور اس کا گواہ ہوں گا۔

نمبر ۸: جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جسے اعراف کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے۔ نیکیاں زیادہ نہ ہونے کی بنا پر وہ جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے اور گناہ زیادہ نہ ہونے کی بنا پر وہ دوزخ میں داخل نہ کئے جائیں گے جب اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمانا چاہے گا تو نبی کریم ان کی شفاعت فرمائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

کون کون شفاعت کریں گے؟

نمبر ۱: انبیائے کرام مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے میرے رب! خدا تعالیٰ فرمائے گا لبیک حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے یا اللہ میری اولاد جل گئی۔ اللہ فرمائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو۔

(۲۳۶/۹ ابن حبان)

نمبر ۲: فرشتے مثلاً حضرت میکائیل علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا جو نماز یا غیر نماز میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کہے اس کیلئے کیا ثواب ہے عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو سجدہ یا غیر سجدہ میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کہے گا تو اس کا نیکیوں والا پلڑہ عرش و کرسی اور پہاڑوں سے بھاری ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی پر خدا فرماتا ہے میرے بندے نے سچ فرمایا میں ہر چیز سے اعلیٰ ہوں اور مجھ سے اعلیٰ کوئی شے نہیں۔ اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ

میں نے اس بندے کو بخش دیا اور میں نے اسے جنت میں داخل کر دیا جب وہ بندہ مر جاتا ہے تو میکائیل روزانہ اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور قیامت کے دن اسے اپنے پروں پر بٹھا کر خدا کی بارگاہ میں لے جائے گا اور خدا کی بارگاہ میں اس بندے کی شفاعت کرے گا۔ اللہ فرمائے گا میں نے تیری شفاعت قبول کی جاؤ اسے جنت میں لے جاؤ۔

(۲۰/۱۴ تفسیر قرطبی)

نمبر۳: صحابہ کی شفاعت

الف: صدیق اکبر کی شفاعت

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بڑھ کر کوئی آدمی پیدا نہیں کیا اور اسے نبیوں کی طرف مرتبہ شفاعت حاصل ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبر تشریف لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چوم لیا اور بغلگیر ہوئے۔ (۱/۱۲۰ الریاض النضرہ)

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

ب: حضرت عثمان کی شفاعت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

يَشْفَعُ عُثْمَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي سَبْعِينَ اَلْفًا عِنْدَا لْمِيْزَانِ مِنْ اُمَّتِيْ مِمَّنِ اسْتَوْجَبُو النَّارِ (۲/۱۴۲ الریاض النضرہ)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت کے دن میری امت کے ایسے ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت فرمائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔

ج: حضرت صلہ کی شفاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ رَجُل" يُقَالُ لَهُ صِلَة" يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا

وَکَذَا (۲/۲۰۰الاصابہ)

ترجمہ: میری امت میں ایک آدمی ہو گا جس کو صلہ کہا جائے گا اس کی شفاعت سے ہزاروں لوگ داخل جنت ہوں گے۔

نمبر۴: شہداء کی شفاعت

حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں دمشق کے قبرستان باب الفرادیس سے

یُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ شَهِیْدٍ یَشْفَعُ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ فِیْ سَبْعِیْنَ

(۱/۲۶۴ابن عساکر)

ترجمہ: ستر ہزار شہید اٹھیں گے جن میں سے ہر ایک ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔

نمبر۵: عالم دین کی شفاعت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب عالم ربانی اور عابد پل صراط پار کرتے وقت ایک جگہ جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا اور اپنی عبادت کے صلے میں وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جا اور عالم دین سے کہا جائے گا یہاں ٹھہر جاؤ اور جس کی چاہو شفاعت کرو جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ وہ انبیاء کی طرح مقام شفاعت پر فائز کیا جائے گا۔ (۱۰/۱۳۶کنز العمال)

نمبر۶ حافظ قرآن کی شفاعت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَحَفِظَهٗ وَاسْتَظْهَرَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ اللّٰهُ فِیْ عَشْرَةٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ کُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارَ

(۳/۳۶۲ابن عساکر) (۱۱۹ابن ماجہ)

ترجمہ: جس نے قرآن پس اسے حفظ کیا اور یاد رکھا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں کے حق میں قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔

نمبر ۷: قرآن کی شفاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهٖ

ترجمہ: قرآن پڑھا کرو قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

نمبر ۸: موذن کی شفاعت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَذَّنَ سَنَةً لَا يَطْلُبُ عَلَيْهِ اَجْرًا دُعِىَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوُقِفَ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِشْفَعْ لِمَنْ شِئْتَ (۷/۶۸۴ کنز العمال)

ترجمہ: جس نے ایک سال تک اذان دی اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہ کیا۔ اسے قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا جس کی تو چاہے شفاعت کر۔

نمبر ۹: کعبہ کی شفاعت

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن فرشتے کعبہ کو دلہن کی طرح سجا کر میدان محشر میں لے جائیں گے۔ راستے میں قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزر ہوگا۔ کعبہ حضور کو سلام کہے گا۔ السلام علیک یا محمد حضور جواب دیں گے وعلیک السلام یا بیت اللہ تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا کعبہ عرض کرے گا جو میری زیارت کیلئے آئے آج میں ان کی شفاعت کروں گا اور جو کسی وجہ سے نہ آسکے ان کی شفاعت آپ فرمادیں۔ (۱/۶۳۴ تفسیر عزیزی)

نمبر ۱۰: حاجی کی شفاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَلْحَاجُّ يَشْفَعُ فِىْ اَرْبَعِمِائَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمِ

وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ

ترجمہ: حاجی اپنے گھر والوں میں چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت تھا۔

(۱۴/۵ کنزل العمال)

نمبر۱۱: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے امن دیتا ہے جنون، جذام اور برص۔ جب پچاس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں آسانی کرتا ہے۔ جب ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف رجوع کی توفیق دیتا ہے۔ جب ستر برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں قائم رکھتا ہے اور گناہ مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اپنے گھر والوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمالیتا ہے۔

(۸۹/۲ مسند امام احمد، ۱/۳، ۱۷ تاریخ بغداد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفسرین کی آراء

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّن یَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غَافِلُوْنَ (سورہ الاحقاف آیۃ نمبر ۵ پارہ نمبر ۲۶)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہ ہو۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں من دون اللہ سے کون مراد ہیں مفسرین کی آراء ملاحظہ ہوں۔

ا: تفسیر کبیر

ممن یدعو امن دون اللہ...... الاصنام فیتخذھا آلھة ویعبدھا وھی اذا دعیت لاتسمع ولا تصح منھا الاجابت لا فی الحال ولا بعد ذالک الیٰ یوم القیامة

ترجمہ: ممن یدعوا من دون اللہ سے مراد بت ہیں جن کو معبود سمجھ کر ان کی پوجا کی جاتی اور جب بت کو پکارا جائے تو وہ سنتا نہیں اور نہ جواب دے سکتا ہے نہ فی الحال اور نہ بعد میں قیامت تک۔

ب: تفسیر خازن

ومن اضل ممن یدعو امن دون اللہ من لا یستجیب لہ ...... یعنی الاصنام

یعنی آیت زیر بحث سے مراد بت ہیں۔

ج: تفسیر معالم التنزیل

وهم عن دعا هم غافلون...... یعنی لانها جمادات لاتسمع ولا تفهم ......

یعنی یہ پتھر ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

د: تفسیر طبری

لایستجیب له الی یوم القیامة...... یقول لایجیب دعاءٗ ابدالا نها حجر اوخشب ونحو ذالک

یعنی اس کی پکار کو کبھی نہیں سنے گا اس لئے کہ وہ بت پتھر یا لکڑی وغیرہ کا ہے۔

ن: تفسیر غرائب القرآن

لم یکن الاجماد او عبادة الجماد محض الضلال وہ پتھر ہیں اور پتھر کی عبادت صرف گمراہی ہے۔

و: تفسیر قرطبی

ممن یدعوامن دون الله من لا یستجیب له...... وهی الاوثان یعنی وہ بت ہیں۔

ی: تفسیر جلالین

من لا یستجیب له الی یوم القیامة...... وهم الاصنام یعنی وہ بت ہیں مگر دیوبندی اور غیر مقلد اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اور ولی قبروں میں ہماری بات نہیں سنتے۔ لہٰذا ان کو پکارنا عبث اور بے فائدہ ہے اب اس مسئلے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے امکان سماع موتیٰ پر بحث ملاحظہ ہو۔

امکان سماع موتیٰ

دلیل اول: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ قبر میں اس کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں من ربک مادینک ماکنت تقول فی هذا الرجل تو وہ قبر میں جانے والا ان فرشتوں کی آواز سنتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے جب ملائکہ کے سوالات سننے سمجھنے کی اہلیت میت میں ثابت ہو گئی تو

انسانوں کا کلام سننا سمجھنا بھی ممکن ہوگا۔

دلیل دوم: حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے اچانک آپ کے خچر بگڑی اور قریب تھا کہ آپ کو گرادے ناگہاں پانچ چھ قبریں ظاہر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا ان قبروں کے اندر جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں آپ نے پوچھا یہ کس حال میں مرے تھے اس شخص نے عرض کی شرک کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے جس طرح کہ میں سنتا ہوں۔ (مشکوۃ باب عذاب قبر)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا : جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر پر سوار ہوں تو آپ کی برکت سے اس کی نگاہ میں اتنی تیزی آجاتی ہے کہ منوں مٹی کو چیرتی ہوئی قبر کے اندر کے حالات دیکھ رہی ہے تو جب ہجرت کی رات نبی کریم صدیق اکبر پر سوار ہوئے تو آپ کی برکت سے ان کی نگاہ میں کتنی تیزی آگئی ہوگی۔

ب: عذاب قبر برحق ہے۔

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے عذاب کی آواز کو سنا۔

د: آپ کے خچر نے بھی آپ کی برکت سے ان اہل قبور کے عذاب کی آواز کو سنا۔ جب قبر کے اندر سے باہر آواز کو سنا جا سکتا ہے جیسا کہ آپ نے اور آپ کی سواری نے سنا تو باہر سے قبر کے اندر آواز کا سنائی دینا بھی ممکن ہوگا۔

دلیل سوم: خدا تعالیٰ نے فرمایا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ

اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیئٍ قَدِیرٌ ۝

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا۔ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کر اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ عرض کب کی اس کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

۱- ایک بار آپ نے سمندر کے کنارے ایک مردار پڑا ہوا دیکھا جب سمندر چڑھ کر آتا ہے تو مچھلیاں اس کا گوشت نوچتی ہیں اور جب ہٹ جاتا ہے تو اسے درندے کھاتے ہیں اور اس کے بعد چیل کوے اسے نوچتے ہیں۔ تو عرض کی مولیٰ تو ان مختلف جانوروں کے پیٹ سے اسے کیسے نکال کر زندہ کرے گا کہ ایک جانور کا گوشت چرندے، پرندے، درندے جانوروں میں تقسیم ہو گیا پھر ان مقامات سے جمع کیسے کرے گا۔

۲- جب آپ کا مناظرہ نمرود کے ساتھ ہوا تو اس نے قتل کو موت دینا اور معافی کو زندہ کرنا سمجھا تو آپ نے جواب دیا کہ میرا رب مرے ہوئے کو زندہ کرتا ہے وہ بولا کیا کبھی آپ نے یہ دیکھا ہے تب آپ نے یہ دعا کی۔

۳- خدا تعالیٰ نے ملک الموت کے ذریعے آپ کو یہ خوشخبری بھیجی کہ آپ کو رب نے خلیل بنایا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اس کی علامت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی دعا سے مردہ زندہ ہوں گے تب آپ نے یہ عرض کی۔

۴- آپ سے بعض لوگ سوال کرتے تھے کہ مردے کیونکر زندہ ہوں گے تب آپ نے انہیں دکھانے کیلئے یہ دعا فرمائی۔

۵- آپ نے صحائف میں پڑھا تھا کہ میری اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کریں گے۔ تب آپ نے یہ دعا کی۔

۶- جب آپ کو فرزند ذبح کرنے کا حکم ہوا آپ نے اس میں جلدی کی اور آپ کی قربانی قبول ہوئی تب آپ نے دعا کی مولیٰ تو نے مجھے جاندار کو بے جان کرنے کا حکم دیا میں تیار ہو گیا اب میری خواہش ہے کہ مجھے بے جان کو جاندار کر کے دکھا دے۔

۷- آپ کے دل میں خواہش ہوئی قیامت کے دن تو مردہ زندہ ہوں گے مولیٰ مجھے دنیا میں دکھا دے۔

۸- آپ نے یہ عرض اس لئے کی کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق آپ نے چار پرندے مور، مرغ، گدھ اور کوا لے کر ان کو ذبح کر کے ان کے گوشت کا قیمہ کر کے سب کے اجزاء خلط ملط کر کے چار پہاڑوں پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دیا اور ان سب کے پر اپنے پاس رکھ لئے پھر ان کو پکارا کہ اے چڑیو! حکم الٰہی سے میرے پاس آ جاؤ اپ سر وہ اجزا ہوا میں اڑے اور ہر جانور کے اجزاء الگ الگ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے یہاں تک کو خون کا ہر قطرہ دوسرے قطرہ سے ملا اور ہر پر اڑ کر دوسرے پر سے مل گیا۔ ہر ہڈی اڑ کر دوسری ہڈّی تک اور پارہ گوشت دوسرے پارہ گوشت تک پہنچا یہاں تک کہ فضا میں چاروں جانوروں کے جسم بن کر دوڑتے ہوئے آپ کی طرف آئے اور اپنے سروں سے مل کر پورے پرندے بن گئے۔

اس بحث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

ا : مردوں کو پکارنا اگر شرک ہوتا تو خدا اپنے خلیل کو کبھی مردہ جانوروں کو پکارنے کا حکم نہ دیتا نہ تو خدا اپنے نبی کو شرک کا حکم دیتا ہے اور نہ ہی خدا کا نبی اس دنیا میں شرک کرنے یا شرک پھیلانے آتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مردوں کو پکارنا جائز ہے۔

ب: مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں اگر سنتے نہ ہوتے تو حضرت ابراہیم ان کو خدا کے حکم سے نہ بلاتے خدا کا پکارنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مردہ پرندے سن

سکتے ہیں۔ جب مردہ پرندے سن سکتے ہیں کہ خدا کے نبی اور ولی بطریق اولیٰ وفات کے بعد سن سکتے ہیں۔

ج: جسم کا محفوظ رہنا حیات کیلئے شرط نہیں بلکہ اجزاء متفرق ہونے کے باوجود بھی حیات پائی جاسکتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اللہ نے ان پرندوں کے اجزاء کو زندگی بخشی انہیں سماع خطاب کے قابل اور اہل فہم بنایا اور انہیں دوڑنے پر قدرت دی تو معلوم ہوا کہ جسم کی شکل وصورت کا تحفظ اس کی حیات کیلئے شرط نہیں۔

جب ان پرندوں کے اجزاء میں آواز سننے کی صلاحیت ثابت ہوگئی تو سالم اجسام میں سننے کی اہلیت کا امکان بطریق اولیٰ ثابت ہوگیا۔

دلیل چہارم: خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

ترجمہ: اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا لوگوں میں حج کا اعلان کر دو تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیدل چل کر اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہوکر جو کہ دور دراز کی مسافت طے کر کے آتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہ ابوقبیس پر کھڑے ہوکر اعلان فرمایا:

یا ایھا الناس حجوا بیت ربکم اے لوگو اپنے رب کے گھر کی زیارت اور حج کرو۔

تو انہیں تمام انسانوں نے جن کے مقدر میں حج تھا لبیک اللّٰھم لبیک کے پیارے کلمات کے ساتھ جواب دیا حتیٰ کہ وہ انسان جو ابھی اپنے آباؤ واجداد کی پشتوں میں موجود تھے انہوں نے بھی اس اعلان کو سنا اور لبیک اللّٰھم لبیک کا جواب دیا جب انسانی اجسام میں مکمل ہونے سے پہلے اور آباؤ اجداد کی پشتوں میں موجود ہونے کے باوجود آواز سننے کا ثبوت نص قرآنی کے ساتھ ثابت ہوگیا تو قبروں میں موجود اجساد و اجسام کیلئے سننے سمجھے اور جواب دینے کا امکان بطریق اولیٰ ثابت ہوجائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انسانوں کو یا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ تمام انسان آپ کے پاس حاضر ہو تو کیا بلکہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور لطف یہ کہ آپ کی آواز تمام روحوں نے سن لی۔ اب پوچھو ان مولویوں سے جو کہتے ہیں کہ یا کہہ کر حاضر کو پکارا جاتا ہے جو حاضر نہ ہو اسے یا کہہ کر پکارنا شرک ہے۔ اے مولویو! بولو کیا قیامت ہونے والے تمام انسان حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے پاس موجود تھے یا غائب اگر کہیں کے حاضر تھے تو پوچھو جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے وہ حاضر کس طرح تھے اور اگر کہیں کہ غائب تھے تو پھر پوچھو کہ جو غائب ہو اس کو کیا کہہ کر پکارنا تمہارے مذہب میں شرک ہے تو کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک کیا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یارسول اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے اور آپ ہمارے پکارنے کو سنتے ہیں۔

دلائل سماع موتی از قرآن

دلیل اول: خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ

ترجمہ: وہ رسول جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمائے ہیں ان سے پوچھ لیجئے کیا ہم نے ذات رحمٰن جل وعلیٰ کے بغیر کئی معبود مقرر کیے ہیں جن کی عبادت و پرستش کی جائے یقیناً ایسا نہیں۔

اگر انبیاء اور رسل عظام میں حیات نہ ہوتی وہ خطاب وندا کو نہ سنتے اور نہ سمجھتے اور جواب دینے کی قدرت ان کو حاصل نہ ہوتی تو نبی کریم کو ان سے پوچھنے کا حکم عبث قرار پائے گا اور خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا لہٰذا انبیاء کرام اور رسل عظام میں حیات سننے کی قدرت سمجھنے کی صلاحیت اور جواب دینے کی طاقت قطعی طور پر ثابت ہو گئی۔

دلیل دوم: خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَقَالُوْا یَاصَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ فَاَخَذَتْهُمُ

الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ٥

ترجمہ: قوم صالح علیہ السلام نے ان سے کہا اے صالح! جس عذاب کا تو نے ہمیں وعدہ دیا تھا وہ ہمارے پاس لے آ اگر تو درحقیقت مرسلین میں سے ہے تو زلزلہ نے انہیں اپنے گھر میں لے لیا پس وہ لوگ اپنے گھروں میں تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے۔ پھر فوراً حضرت صالح علیہ السلام ان سے الگ ہو گئے اور علیحدہ ہوتے وقت ان سے مخاطب ہو کر کہا اے میری قوم! میں نے تمہیں رب کے پیغام پہنچائے اور نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

ان صالحا علیه السلام خاطبهم بعد کونهم جاثمین

ترجمہ: حضرت صالح علیہ السلام نے ان کی ہلاکت کے بعد ان سے خطاب فرمایا اور علامہ علاؤ الدین نے اس آیت کے تحت یہ لکھا کہ

خاطبهم بعد هلاکهم وموتهم حضرت صالح علیہ السلام نے ان کی ہلاکت و موت کے بعد ان سے خطاب فرمایا۔

ان مفسرین کی تصریحات سے پتہ چلا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت اور بربادی کے بعد ان سے خطاب فرمایا اور اگر ان میں حیات علم و ادراک اور خطاب سننے کی اہلیت اور قدرت فہم نہ ہوتی تو یہ خطاب عبث اور بے مقصد ہو جاتا اور ایسا کلام کسی عقلمند کو زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ ایک ایسی ہستی سے سرزد ہو جو کہ سرچشمۂ رشد و ہدایت ہیں اور جن کا قول و فعل دلیل شرعی ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں جب کافر مرنے کے بعد سنتے ہیں تو نبی اور ولی تو بطریق اولیٰ سنتے ہیں مردوں سے خطاب کرنا سنت انبیاء ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے مردہ کفار کو یا قوم کہہ کر پکارا جب مردہ کفار کو یا کہہ کر

پکارنا جائز اور سنت انبیاء ہے تو وفات کے بعد نبیوں، ولیوں کو یا کہہ کر پکارنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا لہٰذا یا رسول اللہ یا علی یا غوث کہہ کر پکارنا جائز ہے اب احادیث نبویہ سے چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل

حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں ایک نوجوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا تھا بعد عشاء باپ کے پاس جاتا تھا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا وہ اس پر عاشق ہو گئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی جوان اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا ایک رات قدم نے لغزش کھائی ساتھ ہولیا۔ دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا تو خدا یاد آ گیا اور بے ساختہ یہ آیت زبان پر جاری ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُّبْصِرُوْنَ٥

ترجمہ: ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے کہا بتا دے ناچار قصہ بیان کر دیا۔ باپ بولا جان پدر وہ آیت کون سی ہے جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا جنبش دی مردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین کو خبر ہوئی باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت کی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات تھی پھر امیر المومنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے اور

فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربہ جنتان فاجابہ الفتیٰ من داخل القبر یا عمر قد اعطانیھا ربی فی الجنۃ مرتین

ترجمہ: امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا اے فلاں! جو اپنے رب

کے پاس کھڑے ہونے سے ڈرے اس کیلئے دو باغ ہیں جوان نے قبر سے جواب دیا اے عمر! مجھے میرے رب نے دولت عظمیٰ جنت میں دوبار عطا فرمائی۔ (۲/۵۱۶ کنزل العمال، ابن عساکر، ۸۸ شرح الصدور)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا: مردوں کو پکارنا جائز ہے۔

ب: وہ ہماری آواز کو سنتے ہیں اور جواب دینے پر بھی قادر ہیں۔

ج: وہ اپنی قبر پر آنے والوں کو پہنچانتے ہیں کہ آنے والا کون ہے جیسے کہ جوان قبر سے فرمایا اے عمر۔

د: خدا کے خوف سے ڈرنے والے کیلئے جنت ہے۔

ی: وفات یافتہ کو یا کہہ کر پکارنا جائز ہے لہٰذا یا رسول اللہ یا علی یا غوث اعظم کہنا جائز ہے۔

ے: اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں کیونکہ قبر سے جواب دینا زندہ ہونے کی علامت ہے۔

دلیل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرنے کے تین دن بعد ایک دیہاتی آیا۔ اس نے اپنے آپ کو نبی کریم کی قبر پر گرا دیا اور قبر کی مٹی اپنے سر پر ڈالی اور عرض کی یا رسول اللہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو کچھ آپ نے خدا سے سیکھا ہم نے آپ سے سیکھا اور جو کلام اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا اس میں یہ آیت بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو

ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں اور میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میری مغفرت کی دعا کریں۔

فَنُودِیَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّہٗ قَدْ غُفِرَلَکَ

قبر سے آواز آئی بے شک تیرے گناہ بخش دیئے گئے۔

(۲۵۹/۴ کنز العمال، ۳۲۹/۲ تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی طرف قصداً سفر کرنا جائز ہے۔

ب: وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا صحابہ کی سنت ہے۔

ج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں کیونکہ آپ کا استغفار کرنا دلیل حیات ہے۔

د: قبر سے مغفرت کی بشارت سننا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اعرابی کا کلام سنا۔

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

دلیل سوم

حضرت سعید بن میسب سے روایت ہے کہ ہم حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمرکاب مقابر مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبور کو سلام کر کے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں۔ سعید بن میسب فرماتے ہیں میں نے آواز سنی کسی نے حضرت علی کو جواب سلام دیا اور عرض کی یا امیر المومنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری۔ امیر المومنین نے فرمایا تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور اولاد یتیموں کے زمرے میں شمار ہوئی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا اس میں تمہارے دشمن آ بسے ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں۔ اب

تمہارے پاس کیا خبر ہے ایک مردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے' بال جھڑ گئے' کھال کے پرزے پرزے ہو گئے' آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آ گئے' نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا اس کا نفع پایا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے مال میں محبوس ہیں۔ (۳٦٦/۷ ابن عساکر' جمال اولیاء)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

الف: حضرت علی کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری باتوں کو سنتے ہیں تبھی تو آپ نے ان کو پکارا۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا عقیدہ کوئی خود ساختہ نہیں بلکہ وہی عقیدہ ہے جو امیر المومنین حضرت علی کا عقیدہ ہے اور آپ کا عقیدہ باطل نہیں ہو سکتا لہٰذا ہمارا عقیدہ سماع موتی کے بارے میں برحق ہے۔

ب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اپنی قبر پر آنے والے کو پہنچانتے ہیں کہ آنے والا کون ہے اور کس مرتبے کا آدمی ہے جیسے کہ قبر سے آواز آئی یا امیر المومنین! یعنی قبر والا جانتا تھا کہ آنے والا مومنوں کا امیر ہے کوئی معمول آدمی نہیں۔

ج: دنیا میں نیک اعمال کا قبر میں اچھا صلہ ملتا ہے اور بے عملی سے قبر میں حسرت ہوتی ہے۔

د: حضرت علی نے اہل قبور کو سلام کیا اور سلام اس کو کیا جاتا ہے جو سنتا ہو اور جواب دینے پر قادر ہو۔

ن: قبرستان انسان کیلئے ایک درس عبرت ہے۔ موت برحق ہے دنیا کا مال فانی ہے زندگی وہ اچھی جو شریعت کی پابندی میں گزاری جائے۔

جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
آج خاک ان کی پڑی اڑتی ہے ویرانوں میں

دلیل چہارم

حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جب تمہار کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ کہہ کر پکارے کہ بے شک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یوہیں ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہ ہوگی۔ اس وقت یوں کہے

اُذْکُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَھَادَۃَ اِنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْکِراً وَنَکِیْرًا یَاْخُذُ کُلَّ اَحَدٍ مِّنْھُمَا بِیَدِ صَاحِبِہٖ وَیَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَانَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لُقِنَ حُجَّتُہٗ

(۱۷ کتاب الروح، ۲/۲۶۶ فتح الملہم، ۱/۶۲۹ شامی، ۳۷۳ طحطاوی)

ترجمہ: یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور قرآن کو پیشوا نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جس اس کی حجت سکھا دی گئی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

الف: مرنے والے کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو تلقین کی جائے تو اس کو فائدہ ہوتا ہے۔

ب: مرنے والا اپنی قبر میں ہماری آواز کو سنتا ہے اور جواب بھی دینے پر قادر ہے۔

ج: قبر میں کلمہ شہادت خدا کی ربوبیت اسلام کے دین اور قرآن کے پیشوا ہونے پر رضا قبر کے امتحان سے نجات کا ذریعہ ہے۔

دلیل پنجم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

قَالَ اَبُوْرَزِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنَّ طَرِیْقِیْ عَلَی الْمَوْتٰی فَھَلْ مِنْ کَلَامٍ

اَتَکَلَّمُ بِہٖ اِذَا مَرَرْتُ عَلَیْھِمْ قَالَ قُلِ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ" وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ" وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ قَالَ اَبُوْرَزِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَسْمَعُوْنَ قَالَ یَسْمَعُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یُّجِیْبُوْا قَالَ یَا اَبَارَزِیْنَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ یُّرَدَّ عَلَیْکَ بِعَدَدِھِمْ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ

(۸۴شروح الصدور، ۱۱۶مرقاۃ باب زیارت القبور)

ترجمہ: ابوزرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا راستہ قبرستان میں سے ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں تو کہا کروں۔ فرمایا یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابوزرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں۔ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے اور فرمایا اے ابوزرین کیا تو اسے پسند نہیں کرتا کہ اہل قبور کی گنتی اور شمار کے مطابق ملائکہ تجھے جواب دیں۔

دلیل ششم

حضرت عبید بن مرزوق سے روایت ہے کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے خبر دی۔

فَمَرَّ عَلٰی قَبْرِھَا فَقَالَ مَا ھٰذَا الْقَبْرُ قَالُوْا اُمُّ مِحْجَنَ قَالَ الَّتِیْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ قَالُوْا نَعَمْ فَصَفَّ النَّاسُ فَصَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ قَالَ اَیُّ الْعَمَلِ وَجَدْتِ اَفْضَلَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَسْمَعُ قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھَا فَذَکَرَ اِنَّھَا اَجَابَتْ اَنْ اَقُمُّ الْمَسْجِدَ (۲۶۸/۴ فتاویٰ رضویہ)

ترجمہ: حضور اس کی قبر پر گزرے دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی۔ پھر اس بی بی کی طرف خطاب کر کے

فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول کیا وہ سنتی ہے
فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں
جھاڑو دینا (افضل عمل پایا)

دلیل ہفتم

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین مشرکین مکہ کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا۔ پھر چل کر ان کے پاس آئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں

هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا فَاِنِّیْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِیَ اللّٰهُ حَقًّا قَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تُکَلِّمُ اَجْسَادًا اَرْوَاحَ فِیْهَا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَیْرَ اِنَّهُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّرُدُّوْا عَلَیَّ شَیْئًا (۲/۳۸۷ مسلم شریف)

ترجمہ: کیا تم نے اس وعدے کو درست پالیا اور جو اللہ اور اس کے رسول نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ تحقیق میں نے اس وعدے کو درست پالیا جو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ان اجسام سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں آپ نے فرمایا میں جو کچھ کر رہا ہوں تم اسے ان کفار مرداروں سے زیادہ نہیں سن رہے مگر یہ کہ مجھے جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

دلیل ہشتم

عطاف مخزومی کی خالہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل بھر میں کسی انسان کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار پر سلام کیا جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا۔

مَنْ یَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْقَبْرِ اَعْرِفُهٗ کَمَا اَعْرِفُ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَنِیْ وَکَمَا اَعْرِفُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ (دلائل النبوت)

ترجمہ: جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے ایسے پہچانتا ہوں جیسے یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا اور جس طرح رات دن کو پہچانتا ہوں۔

دلیل نہم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبور پر ٹھہرے اور فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّكُمْ اَحْيَاء" عِنْدَ اللهِ فَزُوْرُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ فَوَا الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَد" اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(۸۴ شرح الصدور)

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے ہاں زندہ ہو۔ ان کی زیارت کرو ان پر سلام پیش کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی ان پر سلام پیش کرے گا یہ اس کو جواب دیں گے۔

دلیل دہم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ الْمَيِّتَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ اِنَّهٗ يَسْمَعُ خَفقَ نِعَالِهِمْ اِذَا نْصَرَفُوْا

ترجمہ: جب لوگ میت کو قبر میں رکھ کر واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا

ترجمہ: تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں

رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا

کفار عرب ایک مرتبہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے۔ یہاں تک کہ کتے اور مردار کھا گئے۔ اس وقت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے طالب دعا ہوئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، تفسیر نور العرفان)

خیال رہے کہ ادعوا امر کا صیغہ ہے مگر یہ طعنہ کیلئے ارشاد ہوا ہے اس میں کفار کو بت پرستی کی اجازت نہیں دی گئی یعنی اے مشرکو! تم بتوں کو پکار کر دیکھ لو وہ قحط سالی دور نہیں کر سکتے تو ایسے مجبوروں کو کیوں پوجتے ہو۔

تفسیر قرطبی، تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل نے یہ لکھا کہ یہاں من دونہ سے مراد ملائکہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر ہیں جن کو کفار نے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبیوں حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو من دون اللہ میں شمار کرنا یہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جو لوگ انبیاء علیہم السلام کو من دون اللہ میں شمار کریں۔ مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کے طریقے پر ہیں اس کی مزید تاکید خدا تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ عَلِمْتَہٗ

ترجمہ: اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو۔ اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔

یہاں بھی عیسائیوں نے ماں بیٹے کو من دون اللہ کہا جس سے پتہ چلا کہ یہ طریقہ عیسائیوں کا ہے چونکہ مشرکوں اور یہود و نصاریٰ نے ان کو معبود بنا رکھا تھا لہٰذا خدا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ تمہارے معبود ہیں تو ان سے کہو کہ وہ تمہاری تکلیف کو دور

کریں۔ یعنی معبود ہو کر خدا سے مقابلہ کر کے کوئی کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتا لیکن اللہ کا نبی اور مقرب بندہ ہو کر وہ مصائب و آلام دور کر سکتا ہے جیسے کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

قرآن مجید کے ان کلمات طیبات سے معلوم ہوا کہ

الف: حضرت انبیاء کرام باذن اللہ دافع البلاء اور دافع وباء ہوتے ہیں۔ دیکھو پیدائشی اندھا ہونا یونہی کوڑھی ہونا عظیم بلا اور وباء ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میں اسے دفع کرتا ہوں۔

ب: انبیائے کرام رب تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف نسبت دے سکتے ہیں کیونکہ وہ اس کے مظہر ہیں۔ بیماروں کو شفا دینا مردوں کو زندہ کرنا رب کا کام ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں شفا دیتا ہوں۔ میں زندہ کرتا ہوں۔

ج: دم کے ذریعے فیض دینا سنت انبیاء ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دم کر کے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ حضرت جبریل نے حضرت مریم کو بذریعہ دم فرزند بخشا۔

د: بزرگوں کی دعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں، مشکلیں حل ہو جاتی ہیں، مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اندھوں، کوڑوں کی مصیبتیں دور ہو جاتی تھیں۔

ارشاد خداوندی ہے کہ

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا

ترجمہ: اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

جب میدان تیہ میں بنی اسرائیل کو پیاس لگی اور پیاس کی شدت نے ان کو پریشان کیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس تکلیف کی شکایت کی اور آپ سے پانی مانگا۔ تب آپ نے خدا کے حکم سے پتھر پر عصا مارا تو قوم کے بارہ قبائل کیلئے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

اللہ والوں کے تبرکات تکالیف دور کر دیتے ہیں

(۱) خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھا لائیں گے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے۔ تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا تھا۔ تین ہاتھ لمبا دو ہاتھ چوڑا خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ یہ منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ کے بعد بنی اسرائیل کے پاس رہا۔ اس میں حضرت موسیٰ کا عصا کپڑے اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور چند ٹکڑے الواح کے تھے۔

بنی اسرائیل لڑائی کے وقت اس صندوق کو تبرکات سمیت ادب و احترام سے اپنے آگے رکھتے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہو جاتی اور جب ان کو کوئی حاجت درپیش ہوتی تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے۔ ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

(۲) خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا٥

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جائے اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ یہ وہ کرتا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے جبریل علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور نار نمرود میں جانے پر آپ کو پہنایا تھا تاکہ نار نمرود آپ پر اثر نہ کرے۔ یہ کرتا منتقل ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام تک آیا۔ آپ اس کو پہنتے تھے آپ کے جسم کے مساس کی وجہ سے اس میں شفا کی تاثیر پیدا ہوگئی جب یہ کرتا حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر لگایا گیا تو خدا تعالیٰ نے آپ کی بینائی واپس فرما دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات ان کے جسم سے لگی ہوئی چیزیں بیماریوں کو شفا دیتی ہیں دافع البلاء ہوتی ہے مشکل کشا ہوتی ہیں۔

(۳) حضرت اسماء کے پاس نبی کریم کا ایک جبہ تھا۔ وہ اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلا دیتیں اور ان کو شفا ہو جاتی۔ (۱۹۲/۲ مسلم شریف)

(۴) حضرت اُم سلمہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال تھا۔ وہ اس بال کو پانی میں دھو کر بیمار کو پلا دیتیں وہ شفایاب ہو جاتا۔ (۳۹۱ مشکوٰۃ)

(۵) غزوۂ خیبر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کی دکھتی آنکھوں پر لگایا خدا نے شفایاب کر دیا۔ (۵۲/۴ مسند امام احمد)

(۶) غزوۂ بدر کے دن حضرت معوذ بن عضراء کا بازو کٹ گیا۔ نبی کریم نے لعاب دہن لگا کر درست فرما دیا۔ (۲۱۳/۱ شفا شریف)

خلافت فاروقی میں ایک سال مدینہ طیبہ میں قحط عظیم پڑا۔ اس سال کا عام الرمادہ نام رکھا گیا یعنی جان و مال کی ہلاکت کا سال امیر المومنین نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کو خط لکھا۔

یہ خط بندۂ خدا عمر امیر المومنین کی طرف سے عمرو بن العاص کے نام سلام کے بعد واضح ہو۔ مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو! جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں

کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں۔ ارے فریاد کو پہنچو ارے فریاد کو پہنچو اور اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

عمرو بن العاص نے جواب دیا یہ عرضی بندۂ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن العاص کی طرف سے بعد سلام عرض ہے۔ میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں۔ پھر بار بار خدمت کو حاضر ہوں۔ میں نے آپ کے حضور وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول آپ کے پاس ہو گا اور آخر میرے پاس اور آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص نے ایسا ہی کیا کہ مدینہ طیبہ سے مصر تک تمام منزلیں دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں۔ یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں اور پچھلا مصر میں سب پر اناج تھا۔ امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرما دیئے۔ ہر گھر کو ایک ایک اونٹ معہ اپنے بار کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھاؤ۔ چربی کھاؤ' کھال کے جوتے بناؤ جس کپڑے میں اناج بھرا تھا اس کا لحاف بناؤ۔ یوں لوگوں کی مشکل دفع ہوئی۔ امیر المومنین خدا تعالیٰ کی حمد بجالائے۔
(۶۸/۴ صحیح ابن خزیمہ)

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر نے اپنی زوجہ مقدسہ حضرت ام کلثوم دختر مولیٰ علی و بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بلایا۔ انہیں روتے ہوئے پایا سبب پوچھا کہا امیر المومنین یہ یہودی یعنی کعب احبار کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے خدا کی قسم بے شک مجھے امید ہے کہ مجھے میرے رب نے سعید پیدا کیا۔ پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا یہ کیا بات کبھی جنت میں کبھی نار میں عرض کی یا امیر المومنین قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر

پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں۔ جب آپ کا انتقال ہوگا لوگ جہنم میں گرا کریں گے۔ (۳/۳۳۱ طبقات ابن سعد)

حضرت عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ نے مجھے طائف کا عامل بنایا تو کوئی چیز مجھے نماز میں آکر ستاتی تھی۔ حتیٰ کہ مجھے پتہ نہ چلتا تھا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا ابن العاص میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا تم کس لئے آئے ہو میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز میں مجھے کوئی چیز آکر ستاتی ہے۔ حتیٰ کہ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے۔ قریب آؤ میں آپ کے قریب گیا اور اپنے قدموں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا اے اللہ کے دشمن نکل جا۔ آپ نے تین بار یہ عمل کیا۔ آپ نے فرمایا اب تم اپنے کام پر جاؤ۔ حضرت عثمان نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم اس کے بعد وہ مجھ میں نہیں آیا۔ (۱۲۵۳ ابن ماجہ)

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمرۃ العقبۃ کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا۔ رمی فرمانے کے بعد آپ منیٰ میں واپس اپنے مقام پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے کہ بات نہیں کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئے۔ آپ نے اسے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ۔ ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہوگئی اور اس سے کہا کہ اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دو اس نے کہا لے لو۔ میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلایا۔ وہ بہت روز زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا۔ پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ لڑکا اچھا ہوگیا اور

اپنے ہم عمر لڑکوں میں ایسا ہے کہ اس کا نظیر نہیں اور عقل و فراست میں بھی اوروں سے زیادہ ہے۔ (۲۵/۱۶۰ طبرانی کبیر، ۸/۵۲ ابن ابی شیبہ)

مشائخ کرام کی ایک جماعت نے معتبر اسانید سے روایت کی ہے کہ آپ کی خدمت میں بغداد کا ایک مشہور تاجر ابو غالب حاضر ہو کر کہنے لگا اے عبدالقادر جیلانی آپ کے جد امجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسے کوئی شخص دعوت دے اسے قبول کر لینی چاہیے۔ اندریں حالات میں آپ کو اپنے غریب خانے میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دیتا ہوں۔ چند لمحے آپ نے مراقبہ فرما کر کہا اچھا چلو آپ اپنے خچر پر سوار ہوئے۔ شیخ علی بن ہیتی بھی آپ کی دائیں رکاب کے ساتھ چل رہے تھے جب اس تاجر کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں بڑے بڑے رؤسا مشائخ اور علماء جمع ہیں اور دستر خوان بچھا ہوا ہے جس پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے ہیں۔ اس اثناء میں ایک بڑا سا مٹکا جس کا منہ بند تھا لایا گیا اور دستر خوان کے ایک کونے میں رکھتے ہوئے ابو غالب نے کہا بسم اللہ کیجئے مگر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ آپ نے نہ تو خود کھایا اور نہ اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ آپ کی ہیبت سے آپ کے ہم مجلس بھی ہاتھ بڑھائے بغیر بے حس بیٹھے رہے۔ آپ نے ایک آدمی اور علی بن ہیتی کو حکم دیا کہ مٹکے کو اٹھا لاؤ جب مٹکا آپ کے سامنے رکھ دیا گیا تو آپ نے اس کا منہ کھول کر دیکھا تو ابو غالب کا مفلوج اندھا اور لنگڑا بیٹا اس مٹکے میں بند ہے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا بیٹا صحیح وسالم کھڑے ہو جاؤ۔ وہ لڑکا صحت یاب ہو کر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں میں شور برپا ہوا اور آپ کچھ کھائے بغیر وہاں سے چلے گئے۔ (۵۷ نزہتہ الخاطر الفاتر)

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ ایٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ٥ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يَا مُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

ترجمہ: تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی اور جب ان پر عذاب پڑتا کہتے اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو۔ اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بے شک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔

جب قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے انکار کیا اور سارے معجزات کو جادو بتایا قسم قسم کے ظلم و ستم بنی اسرائیل پر کیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کیلئے خدا سے عذاب کی دعا کی۔ حق تعالیٰ نے فرعون کی قوم پر پانی کا عذاب نازل فرمایا۔ کالا بادل آیا' سات رات دن تک برابر بارش ہوتی رہی قوم فرعون کے گھر پانی کے چشمے بن گئے۔ ہر مرد و عورت کے گلے گلے تک گھروں میں پانی کھڑا ہو گیا۔ جو شخص ذرا جھکا فوراً ڈوب گیا اگر سیدھا کھڑا رہا زندہ رہا۔ سارے کھیت اور باغ غرق ہو گئے۔ ایک ہفتہ برابر یہ عذاب آتا رہا مگر بنی اسرائیل کے گھر فرعونیوں کے محلہ میں برابر دیوار سے دیوار ملی ہوئی ہے لیکن اس کی قدرت تھی کہ برابر کا گھر پانی سے بھرا ہوا ہے خوب زور سے مینہ برستا ہے' اندھیرا ہو رہا ہے اس کے پاس ہی مسلمان اسرائیلی کا مکان بدستور سوکھا پڑا۔ دھوپ نکلی رہی' ایک قطرہ اس طوفان کے پانی کا اس گھر میں موجود نہیں۔ ساتویں دن قوم فرعون کے عذر و معذرت کرنے کے بعد عذاب رفع ہو گیا مگر کفار پھر وہی سرکشی کرنے لگے۔ ایک مہینہ کے بعد دوسرا عذاب ٹڈیوں کا نازل ہوا۔ ان ٹڈیوں نے قوم فرعون کے سارے باغات کھیت چاٹ لئے۔ انہی کھیتوں کے پاس بنی اسرائیل کے کھیت اور باغ تھے وہاں ٹڈی کا نام و نشان نہ تھا اگر کسی کافر نے کچھ ٹڈیاں اپنے کھیت سے پکڑ کر مسلمان کے کھیت میں ڈال دیں وہ ٹڈیاں فوراً وہاں سے اڑ کر پھر کسی کافر کے کھیت میں چلی گئیں۔ اگر کوئی درخت مسلمان اور کافر کی شراکت میں تھا تو ٹڈیوں نے اس درخت کو آدھا کھایا

آدھا چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر کافر نے کہا جو کھا لیا گیا اے مسلمان وہ تیرا تھا جو باقی بچا وہ میرا ہے۔ اس پر جو کھایا گیا تھا وہ دوبارہ سرسبز ہو گیا اور جو نہ کھایا تھا اس کو ٹڈی نے کھا لیا۔ سات دن تک یہ عذاب برابر آتا رہا۔ جب قوم فرعون نے گریہ وزاری کی اور اقرار کیا کہ اب ہم ضرور مسلمان ہو جائیں گے اے موسیٰ! دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس عذاب کو رفع کر دے۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی ٹڈیاں فوراً غائب ہو گئیں مگر فرعون کی قوم نے پھر وہی کفر طغیان شروع کر دیا۔ اب پھر موسیٰ نے عذاب کی دعا کی تو جوؤں کا عذاب نازل ہوا جو تمام فرعونیوں کے خون چوس گئیں۔ سارے جسم میں حتیٰ کہ آنکھوں کی پلکوں تک میں لپیٹ گئیں لیکن کوئی جوں کسی مسلمان کے پاس نہ جاتی اہل ایمان بالکل امن میں تھے۔ اس کے بعد مینڈک نازل ہوئے جو فرعونیوں کے گھروں میں بھر گئے۔ ہر طرح کی کھانے پینے کی چیزوں میں گر کر ان کو خراب کر دیتے مگر اہل ایمان پاس موجود ہوتے ان کو نہ ستاتے ان کے کھانے پینے کی چیزیں گھر ان سے محفوظ رہتے۔ پھر ان کے بعد قوم فرعون پر خون کا عذاب نازل ہوا۔ دریائے نیل کا پانی بنی اسرائیل کیلئے صاف شفاف لیکن فرعونیوں کیلئے کالا بدبودار خون ہو جاتا ان کیلئے سارے کنویں خون کے ہو گئے۔ پانی کے مٹکے خون سے بھر گئے اگر مسلمان پیتا تو پانی کافر پیتا تو خون اگر ایک کنویں سے کافر اور مسلمان دونوں پانی بھرتے تو کافر کے برتن میں خون اور مسلمان کے برتن میں صاف شیریں پانی آتا۔ ایک دن فرعون نے ایک کافر اور مسلمان کو اپنے دربار میں بلایا اور ایک برتن میں پانی بھرا پھر دونوں کو چلو بھر کر پینے کا حکم دیا۔ مسلمان اٹھاتا تو پانی اور کافر اٹھاتا تو خون ہو جاتا پھر فرعون نے حکم دیا دونوں ایک ہی برتن سے پانی پئیں تو کافر کی طرف خون مسلمان کی طرف پانی تھا۔ پھر فرعون نے حکم دیا مسلمان اپنے منہ میں پانی لے کر فرعونی کے منہ میں کلی کر دے تو وہ پانی مسلمان کے منہ سے نکل کر جب فرعونی کے منہ میں جاتا تو خون بن جاتا۔ سات دن تک یہ عذاب رہا۔ پھر فرعونی حضرت موسیٰ کی خدمت میں آ کر بہت روئے۔ حضرت موسیٰ سے التجا کی تب آپ کی دعا کے نتیجے میں خدا

نے یہ عذاب رفع کر دیا۔

ان آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

ا: فرعونیوں پر بارش' ٹڈی' جوؤں' مینڈکوں اور خون کے عجیب وغریب عذابات نازل ہوئے۔ ان عذابات کی نشانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ عظیم قدرتوں کا مالک ہے۔ ان میں اس کی ہستی کی زبردست دلائل موجود ہیں۔

ب: جب فرعونیوں پر عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر دعا کراتے۔ آپ دعا کرتے عذاب دور ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ فرعون اور فرعونی بھی نبی کے وسیلے کے قائل تھے۔ آج جو مسلمان کہلا کر نبی کے وسیلے کا منکر ہو وہ فرعون سے بھی بدتر ہے۔

ج: امورِ ممکنہ کے بارے میں نبی جب دعا مانگے خدا قبول فرما لیتا ہے۔ نبی کی دعا کو رد نہیں کرتا۔

د: خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار سے اللہ کے نبی مصیبت زدہ اور آفت زدہ لوگوں کے مصائب و آلام دور کر دیتے ہیں۔

ن: خدا کے بندوں کے کام خدا کے کام ہوتے ہیں۔ عذاب دور کرنا خدا کا کام ہے لیکن فرعونی کہتے اے موسیٰ! اگر تو عذاب دور کر دے آپ دعا مانگتے تو عذاب دور ہو جاتا۔

و! تکبر کرنا فرعون اور فرعونیوں کا طریقہ ہے تکبر سے پہلے شیطان نے کیا اس کا انجام دیکھ لیا۔

ی: انبیاء کرام نے جب کچھ مانگنا ہوتا ہے تو وہ خدا سے مانگتے ہیں جیسے حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت ذکریا اور حضرت ایوب علیہم السلام کی دعاؤں کا ذکر قرآن نے کیا ہے لیکن جب عامۃ الناس کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ نبی کی بارگاہ میں آکر اپنی مصیبت دور کراتے ہیں جیسے فرعونی حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں عذاب دور کرانے کیلئے بار بار آتے۔

بنی اسرائیل پانی کیلئے حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں آئے۔ صحابہ کرام اپنی تکالیف دور کرانے سرکار دو جہاں کی بارگاہ میں آتے۔

ے: اللہ کے نبی باذن اللہ مشکل کشا ہوتے ہیں اور اس بات کو فرعونی بھی مانتے تھے جو آج ان کے مشکل کشا ہونے کا انکار کرے۔ وہ فرعونیوں سے بھی زیادہ برا ہے۔ بعطائے الٰہی خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے حاجت روا ہوتے ہیں۔ فرعونی اپنی حاجت روائی کیلئے حضرت کلیم کی بارگاہ میں آتے ان کی حاجت روائی ہو جاتی۔ جو اس کا منکر ہو وہ فرعونیوں سے بھی بدتر ہے۔

زیر بحث آیت میں من دونہ سے مراد بت ہیں اور ان کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ ان میں یہ کمزوری اور عیب و نقص ہے کہ وہ کسی کی تکلیف دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نہ اپنے پوجنے والوں کے دکھ درد کو رفع کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کے مصائب و آلام کو دور کر سکتے ہیں اگر من دونہ سے مراد ولی اور نبی لئے جائیں تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ نبی ولی کسی کے دکھ درد کو دور نہیں کر سکتے حالانکہ فقیر نے قرآن و حدیث کے دلائل و براہین سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے خدا کی دی ہوئی طاقت و توفیق سے مخلوق خدا کی تکالیف دور کر دیتے ہیں۔ ان کے آستانوں پر آنے والا نامراد واپس نہیں جاتا۔ ان کے پاس لوگ دکھ لے کر آتے ہیں اور سکھ لے کر جاتے ہیں۔ روتے آتے ہیں ہنستے ہوئے جاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بار بار فرعون اور فرعونیوں کے عذابات کو ٹالتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات سے بنی اسرائیل کو یہ فائدہ پہنچتا کہ دشمنوں پر فتح و نصرت سے سرفراز کر دیئے جاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبے کے دھوون سے بیماروں کو شفا ملتی۔ لعاب دہن مختلف بیماریوں اور زخموں کا زبردست علاج ثابت ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن العاص کے سینے پر ہاتھ رکھ کر شیطان کی تکلیف سے نجات دی۔ ایک عورت کے

بچے کو قوت گویائی دی۔ اسے اپنے ہم عمروں سے زیادہ عقلمند بنا دیا۔ حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں جب تباہ کن قحط سالی نے لوگوں کو مصائب و آلام سے دوچار کیا اور انہوں نے گورنر مصر سے فریاد کی تو انہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غلے سے لدا ہوا اونٹوں کا ایسا کاررواں مصر سے روانہ کیا کہ جس کا پہلا اونٹ مدینہ پہنچ چکا تھا اور آخری ابھی مصر میں تھا۔ اہل مدینہ کی قحط سالی خوشحالی میں تبدیل ہوگئی۔ بھوک کی تکلیف اور پریشانی سے نجات مل گی۔ حضرت غوث اعظم نے ابو غالب تاجر کے ایسے ناکارہ مفلوج اور گوشت اور ہڈیوں کے ڈھانچے کے مالک لڑکے کو شفا کاملہ صحت عاجلہ سے سرفراز فرما کر تندرست بنا دیا جس کے علاج سے اطباء عاجز آگئے تھے۔ ان تمام دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ انبیاء و اولیاء لوگوں کی تکالیف دور کر سکتے ہیں ان کو رخدا تعالیٰ نے عوام الناس کے فائدے کیلئے بھیجا ہوتا ہے۔ وہ بتوں کی طرح مجبور محض نہیں ہوتے بلکہ خالق کائنات کی طرف سے مختار و ماذون ہوتے ہیں۔

مصنف کی دیگر کتب

۱ بدر الکبریٰ

۲ کتاب التنویر

۳ فلسفہ ارکان خمسہ

۴ باطل اپنے آئینے میں

۵ دین فطرت

۶ خاموش مبلغ

۷ خدا کی ہستی کے دلائل

۸ الصلوٰۃ والسلام قبل الاذان علی حبیب الرحمٰن

۹ امام مھدی علیہ السلام

۱۰ علمی جواہر پارے

۱۱ الھدیۃ المبارکۃ فی بیان سبعین الفا من الملائکۃ العروف ستر ہزار فرشتے

۱۲ عقائد اہلبیت

۱۳ علوم خمسہ

۱۴ شرف المصطفےٰ علی الانبیاء

علماء و خطباء اور عوام الناس کے لئے مفید اور نایاب سلسلہ
کنز الخطیب
استاذ العلماء حضرت علامہ محمد دین چشتی گولڑوی صاحب
کی مایہ ناز تصنیف
ماہ محرم الحرام
حصہ اول محرم الحرام شریف سے متعلق بارہ خطبوں پر مشتمل
ماہ صفر المظفر
حصہ دوئم ولایت کا تعارف اور ماہ صفر میں وصال پانے والے چند اولیاء اللہ کے حالات پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ ربیع الاول شریف
حصہ سوم میلادِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ ربیع الثانی
حصہ چہارم بارہ وعظ
ماہ جمادی الاولیٰ
حصہ پنجم مقصدِ تخلیق اور نماز پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ جمادی الاخریٰ
حصہ ششم بارہ وعظ
ماہ رجب المرجب
حصہ ہفتم معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ اجمیری اور دیگر موضوعات پر مبنی بارہ وعظ
ماہ شعبان المعظم
حصہ ہشتم بارہ وعظ
ماہ رمضان المبارک
حصہ نہم بارہ وعظ
ماہ شوال المکرم
حصہ دہم بارہ وعظ
ماہ ذیقعدہ
حصہ یازدہم بارہ وعظ
ماہ ذی الحجہ
حصہ دوازدہم بارہ وعظ
قرآن و حدیث اور تاریخ و تفسیر کی معتبر و نادر کتب کے حوالہ جات سے مزین ایک لاجواب سلسلہ
آج ہی اپنے قریبی کتب خانے سے طلب فرمائیں
مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

ہماری تصانیف

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد